بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly The NEPAL URDU TIMES

eSewa

شمارہ نمبر ۸۸ ISSUE (88)

07/ مئی/ 2026 مطابق 19/ ذی القعدہ 1447ھ / 24/ گتے بیساکھ 2083

صفحات 12

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

جلد نمبر ا VOL:(1)

آئینی ترمیم پر ٹاسک فورس کی سابق اٹارنی جنرلز سے مشاورت

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو— آئین میں ترمیم کے حوالے سے مباحثاتی دستاویز (ڈسکشن پیپر) تیار کرنے کے مقصد سے قائم ٹاسک فورس نے بدھ کے روز سابق اٹارنی جنرلز اور قانونی ماہرین کے ساتھ تفصیلی مشاورت کی۔ یہ اجلاس وزیر اعظم کے سیاسی مشیر "اسیم شاہ" کی سربراہی میں وزیر اعظم و کونسل آف منسٹرز کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک سابق اٹارنی جنرلز نے حکومتی نظام، انتخابی طریقہ کار، وفاقی ڈھانچہ، عدلیہ کی تنظیمِ نو، آئینی اداروں کی تعداد اور شمولیت جیسے اہم موضوعات پر اپنی تجاویز پیش کیں۔ سابق اٹارنی جنرل ڈاکٹر یووراج سنگرولا نے آئینی ترمیم کے مقصد اور ضرورت کو واضح طور پر متعین کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے مقامی حکومتوں کو غیر جماعتی بنانے اور صوبائی سربراہ کو براہِ راست منتخب کرنے کی تجویز بھی دی، ساتھ ہی بین الاقوامی تجربات کے مطالعے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ سابق اٹارنی جنرل سبیتا بھنڈاری نے کہا کہ آئین یا قانون سے زیادہ اس پر عمل درآمد کرنے والوں کی سوچ اور رویہ اہم ہوتا ہے۔ انہوں نے حکومتی نظام میں تبدیلی کی ضرورت کو مسترد کرتے ہوئے ماہرین اور اراکینِ پارلیمنٹ کو وزیر بننے کی اجازت دینے کی حمایت کی۔ بیرون ملک مقیم نیپالیوں کو ووٹ کا حق دینے، صوبوں کی تعداد کم کرنے اور وزارتوں میں موجود دہرا پن ختم کرنے کی بھی تجویز دی۔ سابق اٹارنی جنرل رمن کمار شریستھ نے براہِ راست منتخب ایگزیکٹو سربراہ کے قیام کی وکالت کی، جبکہ اراکینِ پارلیمنٹ کے وزیر نہ بننے اور عدلیہ کی تنظیمِ نو کی ضرورت پر زور دیا۔ سابق اٹارنی جنرل مہادیو پرساد یادو نے آئین کے مؤثر نفاذ میں قیادت کے کردار اور اخلاقیات کو اہم قرار دیا اور آئینی کمیشنوں کی تعداد پر نظر ثانی کی تجویز دی۔
سابق اٹارنی جنرل ملتینارائن پردھان نے موجودہ اختیارات کے تحفظ کے ساتھ مزید اختیارات کی فراہمی پر زور دیا۔ انہوں نے براہِ راست منتخب ایگزیکٹو، پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہی اور عدالتی نظام کو مزید مضبوط بنانے کی بات کی۔ سابق وزیر قانون اگنی پرساد کھریل نے حکومتی نظام کے بارے میں واضح سیاسی مؤقف کی ضرورت پر زور دیا اور مقامی حکومتوں کو مزید بااختیار بنانے اور شمولیت کو آئین کی بنیاد کے طور پر برقرار رکھنے کی حمایت کی۔ آئین ساز اسمبلی کے رکن سریش آلے مگر نے مکمل متناسب نمائندگی کے انتخابی نظام کی حمایت کی، جبکہ رکن پارلیمنٹ پرشورام تامانگ نے مدھیسی، مسلم اور آدیواسی طبقات کے مسائل کو آئینی ترمیم کے مباحث میں شامل کرنے پر زور دیا۔ سابق قانون سیکرٹری راجیو گوتم نے حکومتی نظام کی وضاحت، آئینی کمیشنوں کی تعداد پر نظر ثانی اور قانون سازی کے عمل کو مزید مؤثر بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ ٹاسک فورس کے سربراہ اسیم شاہ نے کہا کہ آئین کے نفاذ کے ۱۰ سال بعد بڑھتی ہوئی سیاسی بحث اور نئی نسل (Gen Z تحریک) کی جانب سے بدعنوانی کے خاتمے اور اچھی حکمرانی کے مطالبات نے آئینی ترمیم کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ماہرین کی آراء مباحثاتی دستاویز کی تیاری میں اہم کردار ادا کریں گی۔

سکومواسیوں کے معاملے میں ریاست کا رویہ ظالمانہ اور غیر انسانی: کانگریس

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: نیپالی کانگریس نے سکومواسی (بے گھر و بے زمین افراد) کے انتظام کے نام پر حکومت کی کارروائیوں کو "ظالمانہ اور غیر انسانی" قرار دیتے ہوئے شدید احتجاج کیا ہے۔ پارٹی کی مرکزی عاملہ کمیٹی کے اجلاس میں اس معاملے پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ حکومت نے آئین اور قانون کے طے شدہ طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے زبردستی بستیوں کو ہٹانے کا عمل اختیار کیا، جو نہ صرف غیر قانونی بلکہ انسانی اقدار کے بھی خلاف ہے۔ کانگریس نے واضح کیا کہ حقیقی سکومواسی اور بے زمین شہریوں کو رہائش فراہم کرنا ریاست کی آئینی ذمہ داری ہے، جبکہ جعلی دعویداروں کی نشاندہی کر کے ان کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہیے۔ پارٹی نے الزام لگایا کہ حکومت نے ندی کنارے کی بستیوں کو ہٹاتے وقت شہریوں کو دھمکانے، زبردستی بے دخل کرنے حتیٰ کہ عبادت گاہوں اور تعلیمی اداروں کو بھی مسمار کرنے جیسے اقدامات کیے، جو جمہوری اصولوں کے منافی ہیں۔ نیپالی کانگریس نے اس بات پر بھی زور دیا کہ آئین میں دیے گئے "باوقار زندگی کے حق" کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور مسئلے کو قانون کے بجائے طاقت اور جبر کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ادھر بے دخل کیے گئے افراد کے لیے قائم ہولڈنگ سینٹرز اور عارضی پناہ گاہوں کی صورتحال پر بھی پارٹی نے سخت تشویش ظاہر کی۔ اطلاعات کے مطابق وہاں بچوں، خواتین اور بزرگوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ اس سلسلے میں کانگریس نے ایک خصوصی مانیٹرنگ ٹیم تشکیل دینے کا فیصلہ کیا ہے، جو صحت، خوراک، پینے کے پانی، صفائی اور سکیورٹی کے حالات کا جائزہ لے گی۔ مزید برآں، پارٹی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ حقیقی سکومواسیوں کی شناخت کر کے انہیں مستقل اور محفوظ رہائش فراہم کی جائے۔ ساتھ ہی پارٹی کے مقامی اداروں اور کارکنوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ متاثرہ شہریوں کو خوراک، کپڑے اور ادویات فراہم کرنے میں فوری تعاون کریں۔

مطالبات پورے نہ ہونے پر راجمنی بھنڈاری کا ستیہ گرہ شروع

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

سنکھواسبھا: کھاندباری میونسپلٹی–۸ کے رہائشی راجمنی بھنڈاری نے اپنے ۱۵ نکاتی مطالبات پورے نہ ہونے پر بدھ کے روز سے دوبارہ ستیہ گرہ شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مطالباتی عرض داشت جمع کرائے ہوئے ۴۱ دن گزر چکے ہیں، مگر اب تک کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہوئی، جس کے بعد وہ میونسپلٹی کے مرکزی دروازے پر مطالبات کی تکمیل تک دھرنے پر بیٹھ گئے ہیں۔ بھنڈاری کے مطابق ان کے مطالبات کا تعلق تعلیم، عوامی خریداری، مالی نظم و ضبط، شفافیت اور سماجی تحفظ جیسے اہم شعبوں سے ہے۔ انہوں نے تعلیمی ضابطہ ۲۰۱۵ (۲۰۷۵) میں فوری ترمیم، اسکولوں کے انتظامی اخراجات میں اضافہ، اساتذہ کی خالی اسامیوں کی بھرتی کا خرچ بلدیہ کے ذمہ لینے اور نجی اسکولوں کی من مانی فیس پر کنٹرول کے لیے واضح حد مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے عوامی خریداری کے ضابطہ ۲۰۱۶ (۲۰۷۶) میں ترمیم کرتے ہوئے بدعنوان ٹھیکیداروں کو بلیک لسٹ کرنے، وسائل کے بغیر منصوبوں کو روکنے اور پانچ لاکھ سے زائد کے منصوبوں میں ای-بڈنگ کو لازمی قرار دینے کی مانگ کی ہے۔ مقامی پیداوار کو فروغ دینے کے لیے بلدیہ کی جانب سے زرعی اجناس کی خریداری اور مقامی سپلائرز کو ترجیح دینے کی بھی بات کہی گئی ہے۔ مزید برآں، انہوں نے صحت بیمہ میں ۵۰ فیصد سبسڈی، بجلی منصوبوں سے حاصل ہونے والی سماجی ذمے داری کی رقم کو متاثرہ علاقوں میں خرچ کرنے، اقربا پروری کے خاتمے، کنٹریکٹ ملازمین کی برطرفی اور بلدیہ کی تنظیم نو کے عمل کو فوری روکنے جیسے نکات بھی پیش کیے ہیں۔ بھنڈاری نے خبردار کیا ہے کہ جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں کیے جاتے، وہ اپنا ستیہ گرہ جاری رکھیں گے۔

حضرت علامہ مظہر حسین علیمی دینی و اصلاحی خدمات کے مظہر ہیں: سید مظہری

روپندیہی نیپال

یہ نہایت ہی مسرت و افتخار کا مقام ہے کہ غازئ نیپال، پیکر حسن اخلاق مفکر اسلام حضرت مولانا مظہر علی علیمی نظامی صاحب قبلہ کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرتے ہوئے مدرسہ اہلِ سنت پوکھر بھنڈا روپندیہی میں بیس سالہ مسلسل خدمت کے اعتراف میں "تاجدارِ حرم کانفرنس" کے پر بہار موقع پر آپ کو شایانِ شان اعزاز سے نوازا گیا۔
حضرت کی یہ خدمات محض ایک تدریسی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت دینی تحریک کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ نے گزشتہ دو دہائیوں میں جس اخلاص، استقامت اور حکمت کے ساتھ طلبہ کی علمی تربیت، اخلاقی اصلاح اور عقیدۂ اہلِ سنت کی پاسداری فرمائی، وہ بجا طور پر قابلِ تقلید اور لائقِ تحسین ہے۔ آپ کی محنتوں کا ثمرہ ہے کہ آج اس مدرسہ سے نکلنے والے طلبہ دینِ متین کے سچے داعی اور قوم وملت کے رہنما بن کر ابھر رہے ہیں۔
یہ اعزاز درحقیقت آپ کی شبانہ روز محنتوں، خاموش قربانیوں اور بے لوث خدمات کا اعتراف ہے۔ ایسے مواقع قوم وملت کے لیے حوصلہ افزا ہوتے ہیں اور دیگر اہلِ علم کو بھی یہ پیغام دیتے ہیں کہ اخلاص کے ساتھ کی جانے والی خدمت کبھی رائیگاں نہیں جاتی بلکہ ایک نہ ایک دن اس کا اعتراف کیا جاتا ہے ہم اس بابرکت موقع پر حضرت کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو مزید وسعت عطا فرمائے، آپ کے علم و عمل میں برکتیں نازل فرمائے اور آپ کو دینِ اسلام کی مزید عظیم خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس اعزاز کو آپ کے لیے ذریعۂ رفعت درجات بنائے اور ہم سب کو بھی اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
۔سید غلام حسین مظہری
مرکزی صدر علماء فاؤنڈیشن نیپال

سونے کی قیمت میں اضافہ

(شفیق رضا) کاٹھمانڈو: جمعرات کو سونے اور چاندی کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ نیپال گولڈ اینڈ سلور ڈیلرز ایسوسی ایشن نے بتایا ہے کہ آج سونے کی قیمت میں فی تولہ ۲ ہزار روپے کا اضافہ ہوا ہے۔
قیمت بڑھنے کے بعد آج سونا ۲ لاکھ ۹۸ ہزار ۸۰۰ روپے فی تولہ کے حساب سے فروخت ہو رہا ہے۔ کل سونے کی قیمت ۲ لاکھ ۹۶ ہزار ۸۰۰ روپے فی تولہ تھی۔
اسی طرح آج چاندی کی قیمت میں بھی فی تولہ ۱۰۰ روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ ایسوسی ایشن نے بتایا ہے کہ آج چاندی ۵ ہزار ۱۵۵ روپے فی تولہ کے حساب سے فروخت ہو رہی ہے۔ کل چاندی کی قیمت ۵ ہزار ۵۵ روپے فی تولہ تھی۔

امریکی ایلچی سرجیو گور نی وزیر خارجہ اور خزانہ سے کی ملاقات

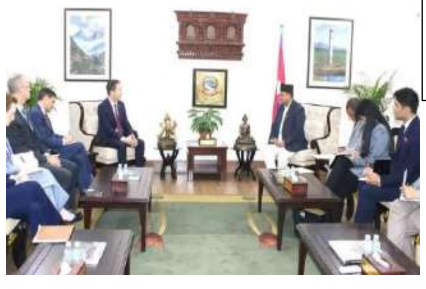

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
کاٹھمانڈو

جنوبی اور وسطی ایشیا کے لیے امریکہ کے خصوصی ایلچی سرجیو گور نے نیپال کے دورے کے دوران وزیر خارجہ ششیر کھنال اور وزیر خزانہ سوارنم واگلے سے ملاقات کی ہے۔ وزارت خارجہ کے مطابق امریکی سفیر گور اور نیپال کے وزیر خارجہ کھنال نے نیپال امریکہ تعلقات کو مزید مضبوط بنانے سرمایہ کاری اور تجارت کو فروغ دینے اور اقتصادی شراکت داری کو وسعت دینے جیسے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ وزارت خزانہ میں امریکی ایلچی اور نیپال کے وزیر خزانہ سوارنیم واگلے کے درمیان ایک میٹنگ بھی ہوئی۔ بات چیت کے دوران سرمایہ کاری اقتصادی تعاون اور ترقیاتی شراکت داری سے متعلق امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ سرجیو گور چھ رکنی وفد کے ساتھ جمعرات کی شام کاٹھمنڈو پہنچے۔ وہ نیپال کے تین روزہ دورے کے دوران نیپال کے آرمی چیف جنرل اشوک راج سنگدل سے بھی ملاقات کریں گے۔ گور کو صدر ٹرمپ کا قریبی اور قابل اعتماد سفارت کار سمجھا جاتا ہے۔ وہ اس وقت ہندوستان میں امریکی سفیر ہیں۔ وہ ۵ مارچ کے انتخابات کے بعد بلیندر شاہ کی قیادت والی حکومت کے قیام کے بعد نیپال کا دورہ کرنے والے سب سے سینئر امریکی نمائندے ہیں۔ اس سے قبل ۲۰ اپریل کو امریکی محکمہ خارجہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری سمیر پال کپور نے بھی نیپال کا دورہ کیا تھا۔ انمتواتر اعلی سطحی دوروں کو نیپال اور امریکہ کے درمیان بڑھتے ہوئے سفارتی اور اقتصادی تعاون کی علامت کے طور پر دیکھا جارہاہے

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

جنوبی کوریا کا آبنائے ہرمز میں امریکی آپریشن میں شامل ہونے پر غور

سیول:(ایجنسیاں) حسن سراقہ رضوی

جنوبی کوریا نے آج منگل کے روز کہا ہے کہ وہ آبنائے ہرمز میں امریکی کارروائیوں میں شامل ہونے کے حوالے سے اپنے موقف کا "جائزہ لے گا۔ یہ بیان ایسے وقت سامنے آیا ہے جب امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے آبنائے کے قریب ایک کوریائی بحری جہاز پر حملے کے بعد سیول سے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ اس سے قبل پیر کے روز اطلاع ملی تھی کہ مشرقِ وسطیٰ میں ۲۸ فروری کو جنگ کے آغاز کے بعد عملاً بند سمجھے جانے والے اس بحری راستے میں ایک جنوبی کوریائی کارگو جہاز پر دھماکا اور آگ لگ گئی۔ آج منگل کی صبح میڈیا رپورٹوں میں بتایا گیا کہ جنوبی کوریا اس آگ کے واقعے پر غور کیلئے ایک اجلاس منعقد کرے گا، جو آبنائے ہرمز میں ایک کوریائی جہاز پر بھڑکی۔ اخبار "مانی ٹوڈے" کے مطابق جنوبی کوریا کے صدارتی دفتر (بلیو ہاؤس) میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت چیف آف اسٹاف کانگ ہون سک نے کی، جس میں آبنائے ہرمز میں کوریائی جہاز پر لگنے والی آگ کا معاملہ زیر بحث آیا۔ جنوبی کوریا کی وزارتِ دفاع نے بھی کہا ہے کہ وہ آبنائے ہرمز سے جہازوں کی محفوظ آمد و رفت کو یقینی بنانے کیلئے بین الاقوامی مذاکرات میں حصہ لے گی۔ جنوبی کوریا کی وزارتِ خارجہ نے اعلان کیا کہ حکام آبنائے ہرمز میں ایک جنوبی کوریائی کمپنی کے زیرِ انتظام جہاز میں لگنے والی آگ کی وجوہات کی تحقیقات کریں گے، یہ اقدام جہاز کو قریبی بندرگاہ تک منتقل کیے جانے کے بعد کیا جائے گا۔ وزارت نے ایک بیان میں کہا "حادثے کی درست وجہ جہاز کو کھینچ کر لانے اور اس کے نقصانات کا جائزہ لینے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گی۔" یہ پیش رفت اُس وقت سامنے آئی جب جنوبی کوریا کی شپنگ کمپنی "ایچ ایم ایم" کے جہاز پر لگنے والی آگ کو بجھا دیا گیا، جو ایک دھماکے کے بعد بھڑکی تھی۔ یہ بات سرکاری خبر رساں ایجنسی یونہاپ نے منگل کے روز اپنی رپورٹ میں بتائی۔ کمپنی کے مطابق جہاز کے عملے کو آگ بجھانے میں تقریباً چار گھنٹے لگے، جبکہ توقع ہے کہ آئندہ چند دنوں میں جہاز کو کھینچ کر دبئی لے جایا جائے گا۔ یونہاپ کے مطابق دھماکے کے وقت یہ جہاز متحدہ عرب امارات کے قریب آبنائے ہرمز کے پانیوں میں لنگر انداز تھا۔

یوکرین کی گیس تنصیبات پر روسی بمباری، ۵ ہلاک

کیف:(ایجنسیاں) روس کے فضائی حملوں میں یوکرین کے سرکاری گیس ادارے نیفتوگاز کی تنصیبات کو شدید نقصان پہنچا ہے، جس کے نتیجے میں کم از کم ۵ افراد ہلاک اور ۳۷ زخمی ہو گئے۔ حکام کے مطابق ہلاک ہونے والوں میں ۳ ملازمین اور ۲ ریسکیو اہلکار شامل ہیں۔ غیر ملکی خبر رساں اداروں کے مطابق یہ حملے یوکرین کے علاقوں پولتاوا اور خارکیف میں کیے گئے، جہاں رات کے وقت میزائلوں اور ڈرونز کے ذریعے گیس تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا۔ نیفتوگاز کے سربراہ سیرہی کوریتسکی کے مطابق اس مشترکہ حملے میں بغیر پائلٹ طیاروں (ڈرونز) اور بیلسٹک میزائلوں کا استعمال کیا گیا، جس سے بڑے پیمانے پر نقصان اور پیداوار میں کمی واقع ہوئی۔ حکام کا کہنا ہے کہ حملوں کے باعث تقریباً ۳۵۰۰ صارفین کو گیس کی فراہمی متاثر ہوئی ہے، جبکہ متعدد مقامات پر انفراسٹرکچر کو نقصان پہنچا ہے۔ یوکرینی صدر زیلنسکی نے روس پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف جنگ بندی کا اعلان کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف حملے جاری ہیں، جو 'انتہائی منافقت' کی عکاسی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ روس اگر چاہے تو فوری طور پر جنگ بند کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ روسی صدر پیوٹن نے ۸ اور ۹ مئی کو جنگ بندی کا اعلان کیا تھا، جبکہ یوکرین نے اس سے پہلے ۵ اور ۶ مئی کو اپنی جانب سے سیز فائر کی پیشکش کی تھی۔ یوکرینی فضائیہ کے مطابق روس نے حالیہ حملے میں ۱۱ بیلسٹک میزائل اور ۱۶۴ ڈرونز داغے، جن میں سے بیشتر کو تباہ کر دیا گیا، تاہم کچھ میزائل اور ڈرونز اپنے اہداف تک پہنچنے میں کامیاب رہے۔ دوسری جانب یوکرین نے بھی روس کے شہر کیریشی میں ایک بڑی آئل ریفائنری پر ڈرون حملہ کیا، جس کے نتیجے میں آگ لگ گئی، تاہم کوئی جانی نقصان رپورٹ نہیں ہوا۔ ماہرین کے مطابق دونوں ممالک کے درمیان جاری جنگ اور حملوں کا یہ سلسلہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جنگ بندی کے اعلانات کے باوجود زمینی صورتحال بدستور کشیدہ ہے۔

جنوبی لبنان: ڈرون حملے میں ۴ اسرائیلی فوجی زخمی

بیروت:(ایجنسیاں)

جنوبی لبنان میں ڈرون حملے میں قابض اسرائیلی فوج کے ۴ اہلکار زخمی ہو گئے، واقعے کی اسرائیلی فوج نے تصدیق کر دی۔ غیر ملکی میڈیا کے مطابق ڈرون حملے میں زخمی ہونے

والے ۱ اسرائیلی فوجی کی حالت تشویش ناک بتائی جا رہی ہے۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق اسرائیلی فوج نے رات گئے جنوبی لبنان کے ضلع صیدا کے قصبے ارزی پر فضائی حملہ کیا، جبکہ سکسیہ پر بھی بم باری کی، جس کے نتیجے میں ۵ افراد شہید اور ۱۵ زخمی ہو گئے۔ اسرائیل نے دعویٰ کیا ہے کہ اس فضائی حملے میں حزب اللہ کی رضوان فورس کے ا کمانڈر کو نشانہ بنایا گیا ہے۔

ایران نے ابھی اپنی مکمل حکمت عملی شروع ہی نہیں کی: قالیباف

تہران:(ایجنسیاں)

ایران کی پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف نے کہا ہے کہ آبنائے ہرمز میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی پالیسیوں کے باعث صورتحال مزید کشیدہ ہو رہی ہے اور خطے میں ایک نئی طاقت کا توازن تشکیل پا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر جاری اپنے بیان میں قالیباف نے الزام لگایا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جنگ بندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آبنائے ہرمز میں جہازرانی اور توانائی کی ترسیل کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ان کے مطابق ایران اس صورتحال سے بخوبی آگاہ ہے اور موجودہ حالات امریکہ کیلئے قابل برداشت نہیں رہیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آبنائے ہرمز میں ایک 'نئی مساوات' بن رہی ہے، جس کے

اثرات عالمی سطح پر مرتب ہوں گے، جبکہ ایران نے ابھی اپنی مکمل حکمت عملی بھی شروع نہیں کی۔ دوسری جانب امریکہ نے ۱۳ اپریل سے ایرانی بندرگاہوں اور جہازرانی پر بحری ناکہ بندی عائد کر رکھی ہے، جس سے خطے میں کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے حال ہی میں 'پروجیکٹ فریڈم' کے نام سے ایک بحری مشن کا اعلان کیا ہے، جس کا مقصد آبنائے ہرمز کو کھولنا اور پھنسے ہوئے تجارتی جہازوں کو محفوظ راستہ فراہم کرنا بتایا جا رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آبنائے ہرمز میں ایک 'نئی مساوات' بن رہی ہے، جس کے اثرات عالمی سطح پر مرتب ہوں گے، جبکہ ایران نے ابھی اپنی مکمل حکمت عملی بھی شروع نہیں کی۔ دوسری جانب امریکہ نے ۱۳ اپریل سے ایرانی بندرگاہوں اور جہازرانی پر بحری ناکہ بندی عائد کر رکھی ہے، جس سے خطے میں کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے حال ہی میں 'پروجیکٹ فریڈم' کے نام سے ایک بحری مشن کا اعلان کیا ہے، جس کا مقصد آبنائے ہرمز کو کھولنا اور پھنسے ہوئے تجارتی جہازوں کو محفوظ راستہ فراہم کرنا بتایا جا رہا ہے۔

ماسکو نے یومِ فتح کی پریڈ سے قبل موبائل انٹرنیٹ بند کر دیا

ماسکو:(ایجنسیاں)۔ روس نے جنگِ عظیم دوئم کی فتح کی یادگاری تقریبات سے قبل دارالحکومت میں منگل کے روز موبائل انٹرنیٹ کنکشن منقطع کر دیا۔
یہ دن یوکرین کے جوابی ڈرون حملے کے خوف میں منایا جا رہا ہے۔ اے ایف پی کے صحافیوں نے منگل کی صبح روسی دارالحکومت کے وسط میں موبائل انٹرنیٹ نہ ہونے کی اطلاع دی جبکہ نیٹ ورک فراہم کنندگان نے خبردار کیا کہ یہ تعطل نو مئی تک برقرار رہے گا جب روس ریڈ سکوائر پر ایک عظیم الشان فوجی پریڈ کا انعقاد کرے گا۔
موبائل آپریٹر ایم ٹی ایس نے اپنے سبسکرائبرز کے نام ایک پیغام میں کہا، پانچ تا نو مئی تہوار کی تقریبات کی تیاریوں اور انعقاد کے دوران ماسکو اور ماسکو ریجن میں موبائل انٹرنیٹ اور ٹیکسٹ میسجنگ پر عارضی پابندیاں لگ سکتی ہیں۔ حالیہ مہینوں میں سرحدی علاقوں میں انٹرنیٹ کی بندش زندگی کا ایک معمول بن گئی ہے۔ روس نے کہا ہے کہ یوکرین کے ڈرون حملے جو مقامی نیٹ ورکس کے ذریعے منسلک ہوتے ہیں، کو ناکام بنانے کے لیے وقفے وقفے سے بندش ضروری ہے۔ اے ایف پی کے ایک رپورٹر نے بتایا کہ منگل کو ماسکو میں بعض دکانیں بندش کے دوران کارڈ سے رقم وصول کرنے سے قاصر تھیں۔ خودکار کیش مشینیں، ٹیکسی سروسز اور آن لائن نقشے بھی بندش سے متاثر ہوئے۔ کئیف نے حالیہ ہفتوں میں طویل فاصلے تک مار کرنے والے ڈرونز سے جوابی حملے تیز کر دیے ہیں جن سے روسی تیل کی تنصیبات اور ماسکو میں ایک عالیشان بلند عمارت نشانہ بنی ہے۔ یوکرین انہیں رات کے وقت ان سینکڑوں ڈرونز کی بوچھاڑ کا منصفانہ جواب قرار دیتا ہے جنہیں روس اپنے شہروں پر فائر کرتا ہے۔ کریملن نے کہا ہے کہ وہ نازی جرمنی پر سوویت یونین کی فتح کے موقع پر اپنی عظیم الشان پریڈ کو کم کر رہا ہے جس میں نو مئی کو طاقت کے سالانہ مظاہرے میں کیڈٹس اور ملٹری ہارڈویئر شامل نہیں ہو گا۔ گزشتہ سال یوکرین نے ماسکو میں دھماکہ خیز مواد سے لدے ڈرونز کا ایک غول لانچ کر کے تقریب میں خلل پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس سے سفری افراتفری پھیل گئی اور ہزاروں پروازیں منسوخ یا تاخیر کا شکار ہوئیں۔ روسی صدر ولادیمیر پوتن یوکرین کے خلاف اپنی جارحیت کا جواز پیش کرنے کے لیے باقاعدگی سے جنگِ عظیم دوئم کی یاد دلاتے ہیں جو ان کی ربع صدی کی حکمرانی کا ایک مرکزی بیانیہ ہے

تائیوان کے خلاف چین کی دھمکیوں پر تشویش

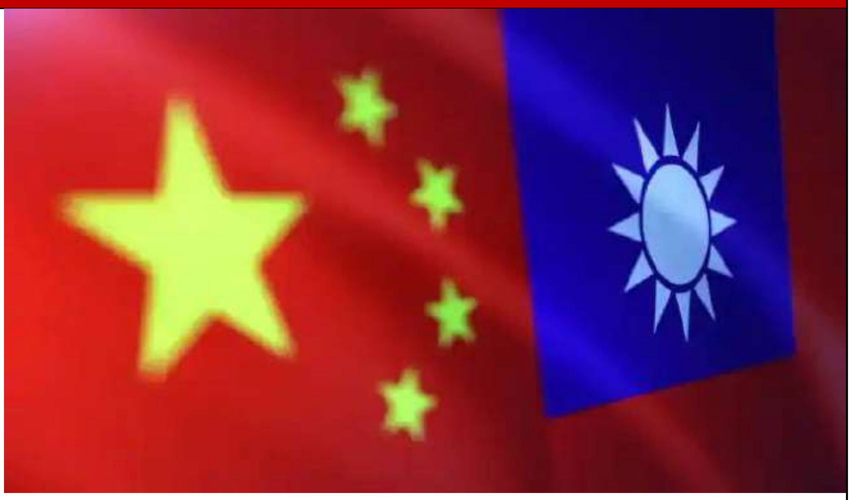

واشنگٹن ڈی سی:(ایجنسیاں) امریکی قانون سازوں نے دونوں جماعتوں کی جانب سے ایک قرارداد پیش کی ہے جس میں تائیوان کے خلاف چین کی دھمکیوں پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ اقدام اس ماہ کے آخر میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور چینی صدر شی جن پنگ کے درمیان متوقع سربراہی ملاقات سے قبل کیا گیا ہے، جیسا کہ تائپے ٹائمز نے رپورٹ کیا۔ امریکی سینیٹ کی خارجہ امور کمیٹی کے مطابق، یہ قرارداد ڈیموکریٹ سینیٹرز جین شاہین اور کرس کونز کے ساتھ ریپبلکن سینیٹر پیٹ رکٹس کی قیادت میں پیش کی گئی، جو امریکہ-چین تعلقات کے ایک اہم دور میں چین کی بڑھتی ہوئی دھمکیوں پر دوطرفہ تشویش کو ظاہر کرتی ہے۔
کمیٹی کے بیان کے مطابق، "یہ قرارداد انڈو پیسیفک خطے میں دفاعی صلاحیت کو مضبوط بنانے، امریکی کارکنوں اور کاروبار کو غیر منصفانہ معاشی طریقوں سے بچانے، مصنوعی ذہانت اور دیگر ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز میں قیادت برقرار رکھنے، اتحادیوں اور شراکت داروں کی حمایت، آبنائے تائیوان میں امن و استحکام برقرار رکھنے، اور انسانی حقوق و جمہوری اقدار کے فروغ پر زور دیتی ہے۔"
قرارداد میں کہا گیا ہے کہ چین نے تیزی سے اپنی فوجی صلاحیتوں کو وسعت اور جدید بنایا ہے، جس سے اہم تجارتی آبی راستوں، بشمول آبنائے تائیوان اور جنوبی بحیرہ چین میں جہاز رانی کی آزادی کو خطرہ لاحق ہوا ہے۔ مزید کہا گیا کہ چین جبر یا طاقت کے ذریعے آبنائے تائیوان میں "اسٹیٹس کو" کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، جس میں کسی ممکنہ تنازع کی صورت میں تیسرے فریق کی مداخلت کو روکنا یا تاخیر کا شکار بنانا بھی شامل ہے۔
قرارداد میں یہ بھی نشاندہی کی گئی کہ چین اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرتے ہوئے تائیوان کو بین الاقوامی تنظیموں میں شرکت سے روک رہا ہے۔ سینیٹر پیٹ رکٹس نے بیان میں کہا، "کمیونسٹ چین امریکی طرزِ زندگی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ہمیں کمیونسٹ چین کو روکنا ہوگا اور اپنے اتحادیوں اور شراکت داروں کے ساتھ کھڑا ہونا ہوگا جنہیں بیجنگ دھمکیاں دیتا ہے۔" تائپے ٹائمز کے مطابق، صدر ٹرمپ ۱۴ اور ۱۵ مئی کو چین کا دورہ کرنے والے ہیں جہاں وہ شی جن پنگ سے ملاقات کریں گے۔ یہ دونوں رہنماؤں کی گزشتہ سال اکتوبر میں جنوبی کوریا کے شہر بوسان میں ہونے والی ملاقات کے بعد پہلی سربراہی ملاقات ہوگی۔

فرانس کا امریکی 'پروجیکٹ فریڈم' میں شرکت سے انکار، آبنائے ہرمز کھولنے کے لیے مذاکرات پر دیا زور

پیرس:(ایجنسیاں)

فرانس کے صدر ایمانوئیل میکرون نے امریکہ کے مجوزہ فوجی اقدام 'پروجیکٹ فریڈم' میں شامل ہونے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یورپ اپنی سکیورٹی حکمت عملی خود تیار کر رہا ہے اور آبنائے ہرمز کو کھولنے کے لیے طاقت کے بجائے سفارتی مذاکرات ہی واحد پائیدار حل ہیں۔ آرمینیا کے دارالحکومت یریوان میں منعقدہ یورپی سیاسی برادری کے آٹھویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میکرون نے واضح کیا کہ یورپی یونین دفاع اور سلامتی کے شعبے میں خود مختاری کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یورپ نہ صرف اپنے دفاعی اخراجات میں اضافہ کر رہا ہے بلکہ مشترکہ سکیورٹی حل بھی تیار کر رہا ہے تاکہ عالمی سطح پر خود کو مضبوط بنا سکے۔ پروجیکٹ فریڈم' سے دوری میکرون نے امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے اعلان کردہ 'پروجیکٹ فریڈم' میں شامل ہونے سے انکار کرتے ہوئے اسے ایک "غیر واضح فریم ورک" قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ فرانس کسی ایسے فوجی آپریشن کا حصہ نہیں بنے گا جس کی نوعیت اور حدود واضح نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: "ہم کسی ایسی کارروائی میں شریک نہیں ہوں گے جو واضح نہ ہو۔" ان کے مطابق، فرانس آبنائے ہرمز کو کھولنے کی حمایت کرتا ہے، لیکن یہ عمل کسی منظم اور شفاف عالمی فریم ورک کے تحت ہونا چاہیے۔
آبنائے ہرمز کے لیے سفارتی حل پر زور
فرانسیسی صدر نے اس بات پر زور دیا کہ آبنائے ہرمز کو کھولنے کے لیے ایران اور امریکہ کے درمیان مربوط اور باہمی مذاکرات ضروری ہیں۔ ان کے مطابق، یہی طریقہ خطے میں کشیدگی کم کرنے اور عالمی تجارت کے لیے محفوظ راستہ فراہم کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ بغیر کسی رکاوٹ اور ٹول ٹیکس کے آزادانہ جہاز رانی کو یقینی بنانا عالمی معیشت کے لیے ناگزیر ہے، اور یہ صرف بات چیت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ میکرون نے بتایا کہ ۲۰۲۲ کے بعد یورپی سکیورٹی پالیسی میں نمایاں تبدیلی آئی ہے، جس میں یورپی سیاسی برادری، "کوالیشن آف دی ولنگ" "ممالک اور دیگر اقدامات شامل ہیں۔ ان کے مطابق، یہ تمام کوششیں یورپ کو عالمی سطح پر ایک مضبوط اور خود مختار کردار ادا کرنے کے قابل بنا رہی ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر تشویش فرانسیسی صدر نے لبنان میں جاری جنگ بندی کی پاسداری کی اہمیت پر بھی زور دیا اور تمام فریقین سے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی اپیل کی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ ۲۸ فروری کے بعد سے خطے میں کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے، خاص طور پر اس وقت
جب امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران پر حملوں کے بعد تہران نے بھی جوابی کارروائیاں کیں۔ میکرون کا کہنا تھا کہ فرانس عالمی سطح پر امن و استحکام کے قیام کے لیے متوازن اور ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ فرانس کسی بھی ایسے اقدام کی حمایت کرے گا جو بین الاقوامی قوانین کے مطابق ہو اور خطے میں دیرپا امن قائم کرنے میں مدد دے۔ یہ پیش رفت ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب آبنائے ہرمز میں کشیدگی کے باعث عالمی تجارت، خاص طور پر تیل کی ترسیل، شدید متاثر ہو رہی ہے اور عالمی معیشت پر اس کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

نیپال کے ایم آر پی ضابطے کے باعث سینکڑوں ٹرک سرحد پر پھنسے

کاٹھمانڈو: (نیپال اردو ٹائمز)۔
نیپال حکومت کی جانب سے زیادہ سے زیادہ خوردہ قیمت (ایم آر پی) سے متعلق نئے قوانین کے سخت نفاذ کی وجہ سے سیکڑوں کارگو ٹرک بیر گنج

سرحدی چوکی پر پھنسے ہوئے ہیں۔ بیر گنج کسٹمز ڈپارٹمنٹ کے انفارمیشن آفیسر ادے سنگھ بشٹ نے منگل کو بتایا کہ روزانہ ۲۰۰ سے زیادہ مال بردار ٹرک چیک پوسٹ پر آتے ہیں۔ کسٹم کلیئرنس میں تاخیر اس بیک لاگ کا سبب بن رہی ہے۔ بشٹ نے کہا، 'ہم کسٹم کلیئرنس کے عمل کو کرنے کے لیے تیار ہیں، لیکن درآمد کنندگان فارم بھرنے جیسے ضروری طریقہ کار میں حصہ نہیں لے رہے ہیں، جس کی وجہ سے یہ عمل رک رہا ہے۔ محکمہ کسٹمز ضروری ہم آہنگی کر رہا ہے، اور ہمیں امید ہے کہ یہ مسئلہ جلد حل ہو جائے گا۔

بارہ دشی گاؤں پالیکا (جھاپا، نیپال) میں اب ٹیکس خدمات مقامی سطح پر دستیاب۔

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

جھاپا: بارہ دشی گاؤں پالیکا کے عوام کے لیے ایک خوش آئند خبر سامنے آئی ہے۔ حکومتِ نیپال کے فیصلے کے مطابق بارہ دشی گاؤں پالیکا اور اندرونی محصول دفتر بھدرپور کے درمیان مفاہمتی یادداشت (MoU) پر دستخط کے بعد اب ٹیکس دہندگان کو خدمات حاصل کرنے کے لیے بھدرپور جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اطلاعات کے مطابق آئندہ دنوں سے گاؤں پالیکا کے مرکزی دفتر چکچکی سے ہی مختلف ٹیکس خدمات فراہم کی جائیں گی، جس سے مقامی باشندوں کو بڑی سہولت حاصل ہوگی۔
فراہم کی جانے والی اہم خدمات درج ذیل ہیں:
نئے PAN کی رجسٹریشن (ذاتی اور کاروباری دونوں)۔
ویلیو ایڈیڈ ٹیکس (VAT) کے لیے درخواست جمع، کاغذات کی جانچ اور سفارش۔
ایکسائز (Excise) لائسنس کے اجرا اور تجدید کے لیے دستاویزات کی تصدیق۔

ٹیکس کلیئرنس سرٹیفکیٹ کے لیے کاغذات کی جانچ اور سفارش۔
رجسٹریشن تفصیلات میں غلطی کی صورت میں ترمیم اور رہنمائی۔
ٹیکس سے متعلق قوانین اور طریقہ کار پر مشاورت و آگاہی۔
خدمت حاصل کرنے کی جگہ:
بارہ دشی گاؤں پالیکا دفتر، چکچکی، ضلع جھاپا۔
مقامی لوگوں نے اس اقدام کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے وقت اور اخراجات دونوں کی بچت ہوگی اور سرکاری خدمات تک رسائی مزید آسان بنے گی

نیپال کے صدر نے آئینی کونسل سے متعلق آرڈیننس کو منظوری دی

کاٹھمانڈو: (نیپال اردو ٹائمز)
نیپال کے صدر رام چندر پوڈیل نے منگل کو آئینی کونسل کے آرڈیننس کو منظوری دے دی۔ حکومت نے صدر سے آرڈیننس کی دوبارہ سفارش کی تھی۔
اس سے قبل صدر مملکت نے حکومت کی طرف سے تجویز کردہ آٹھ میں سے سات آرڈیننس کی منظوری دی تھی تاہم آئینی کونسل سے متعلق آرڈیننس کو دوبارہ غور کے لیے واپس کر دیا گیا تھا۔ پیر کی وزراء کونسل کے اجلاس میں کسی تبدیلی کے بغیر اسی آرڈیننس کو دوبارہ جاری کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ آئینی کونسل کے اجلاس کو مکمل تصور کیا جائے گا اگر چار اراکین موجود ہوں، اور فیصلے موجود اراکین کی اکثریت کے ووٹ سے کیے جا سکیں گے۔ وزیر اعظم کی سربراہی میں بننے والی آئینی کونسل چھ ممبران پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں وزیر اعظم، اہم اپوزیشن پارٹی کے رہنما، چیف جسٹس، ایوان نمائندگان کے اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر اور قومی اسمبلی کے اسپیکر شامل ہوتے ہیں نیپال کے وزیر اعظم بالیندر شاہ نے بھی صدر کو ایک خط لکھ کر آرڈیننس جاری کرنے کی اپیل کی تھی۔ تاہم، اسسے پہلے صدر کی دلیل تھی کہ آئین میں آئینی کونسل کے فیصلے کیلئے اکثریتی نظام کا تصور کیا گیا ہے جبکہ آرڈیننس اس اصول سے ہٹ کر آیا ہے۔ آرڈیننس کو واپس کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی یاد دلایا کہ پارلیمنٹ سے منظور شدہ بل پہلے بھی واپس آچکے ہیں۔
وزیر اعظم کے بعد میں صدر کو لکھے گئے خط میں کہا گیا کہ فوری بحالی کے الفاظ کو ہٹا دیا گیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کونسل کا اجلاس اسی وقت ہو سکتا ہے جب تمام اراکین کو بحال کیا جائے۔ کورم کے لیے کم از کم چار ارکان کی موجودگی لازمی ہے۔
قبل ازیں صدر نے دلیل دی تھی کہ ایسی صورت حال جہاں چھ رکنی آئینی کونسل میں صرف تین ارکان ہی فیصلہ کر سکتے ہیں یا کونسل کے عہدے خالی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وزیر اعظم نے واضح کیا کہ موجودہ آرڈیننس میں ایسی صورتحال کا تصور نہیں کیا گیا ہے۔
وزیر اعظم کے مطابق، کونسل کا اجلاس صرف اس صورت میں ہو سکے گا جب تمام چھ ممبران عہدے پر ہوں گے۔ آرڈیننس میں اس صورتحال کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے جہاں کسی رکن کا عہدہ خالی ہو۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر تمام اراکین دفتر میں ہیں لیکن حاضر نہیں ہیں تو اجلاس کے لیے مطلوبہ کورم کا تعین کر دیا گیا ہے۔
اب، اگر چھ میں سے چار اراکین موجود ہوتے ہیں تو اسے مکمل کورم سمجھا جائے گا، اور موجود اراکین کی اکثریت یعنی کم از کم تین- سے فیصلہ لیا جاسکے گا۔
چونکہ کونسل کے کل چھ ارکان ہیں (ایک مساوی تعداد) اس لیے کسی فیصلے میں برابری ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت حال میں، اگر تین تین ووٹ ہو جائیں تو کونسل کے چیئر مین (وزیر اعظم) کے موقف کو اکثریت سمجھا جائے گا- اس طرح کا انتظام ضروری قرار دیا گیا ہے۔
وزیر اعظم کا موقف ہے کہ اگر اتفاق رائے ممکن نہ ہو تو اکثریت سے فیصلہ لینا مناسب ہے، اس لیے یہ قانونی شق شامل کی گئی ہے۔
حکومت کے مطابق آرڈیننس میں درج معاملات کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے دوبارہ غور کے بعد بھی اسی شکل میں جاری کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس لیے وزراء کونسل کے فیصلے کے مطابق وزیر اعظم نے اسے اسی شکل میں جاری کرنے کی سفارش کی

آئین کے منافی آرڈیننسز کی اصلاح ضروری۔

کانگریس ارکان کو فعال کردار ادا کرنے کی ہدایت

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: گگن کمار تھاپا، صدر نیپالی کانگریس، نے پارٹی کے ارکانِ پارلیمنٹ کو ہدایت دی ہے کہ حکومت کی جانب سے جاری کردہ ایسے آرڈیننسز کا باریک بینی سے جائزہ لیں جو آئین اور قانون کے منافی ہوں، اور انہیں درست کرنے کے لیے پارلیمنٹ میں مؤثر کردار ادا کریں۔ یہ ہدایات بدھ کے روز سنگھ دربار میں منعقدہ پارلیمانی پارٹی کے اجلاس کے دوران دی گئیں۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تھاپا نے کہا کہ حکومت کے جاری کردہ آرڈیننس اب متبادل بل (Replacement Bills) کی صورت میں پارلیمنٹ میں پیش کیے جائیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ ان میں شامل غیر آئینی دفعات کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی جائے۔ انہوں نے حکومت کی جانب سے آئینی حدود سے تجاوز کے خدشات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نیپالی کانگریس ایک ذمہ دار اپوزیشن کے طور پر حکومت کو غلط راستے پر جانے نہیں دے گی۔
ان کا کہنا تھا کہ جہاں حکومت آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے مثبت اقدامات کرے گی، وہاں پارٹی رکاوٹ نہیں ڈالے گی، تاہم جہاں احتساب اور سوال اٹھانے کی ضرورت ہوگی، وہاں بھرپور آواز بلند کی جائے گی۔ گگن تھاپا نے مزید کہا کہ آرڈیننس جاری کرنا آئینی حق ہے، جس کا ماضی میں بھی استعمال ہوا ہے اور آئندہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اس کے پس پردہ نیت اور مقصد کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے ارکان پارلیمنٹ کو ہدایت دی کہ وہ ہر آرڈیننس کا تفصیلی تجزیہ کریں اور جہاں شہری حقوق متاثر ہوتے نظر آئیں، وہاں اصلاح کے لیے دباؤ ڈالیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ حکومت کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ محض اکثریت کی بنیاد پر یکطرفہ طور پر قوانین بنائے جاسکتے ہیں، بلکہ پارلیمانی نظام میں تمام فریقوں کی ذمہ دارانہ شرکت ناگزیر ہے۔

انٹرپول نے سابق وزیر اعظم دیوا جوڑے کے خلاف ریڈ نوٹس جاری کرنے سے کیا انکار!

شفیق رضا ثقافی
کاٹھمانڈو: انٹرپول نے اثاثوں کی صفائی سے متعلق الزامات میں تحقیقات کا سامنا کرنے والے سابق وزیر اعظم شیر بہادر دیوا اور ان کی اہلیہ، سابق وزیر خارجہ آرجو رانا دیوا کے خلاف موجودہ صورتحال میں ریڈ نوٹس جاری کرنے سے انکار کا جواب بھیجا ہے۔ انٹرپول نے سوال اٹھایا ہے کہ دیوا جوڑے کے خلاف متعلقہ جرم واضح نہیں ہے اور اثاثوں کی صفائی کی تحقیقات ایک ساتھ شروع کرنے کے معاملے میں بھی ریڈ نوٹس کے لیے ضروری شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ اثاثوں کی صفائی تحقیقاتی ادارے کی درخواست پر ضلع عدالت کاٹھمانڈو نے ۲۴ گتے چیت ۲۰۸۲ کو دیوا جوڑے کے خلاف گرفتاری کا حکم جاری کیا تھا۔ اس کے بعد حکومتی ادارے نے گرفتاری کے حکم نامے اور زیر تفتیش جرم کا ذکر کرتے ہوئے پولیس کے ذریعے انٹرپول سے ریڈ نوٹس جاری کرنے کا عمل شروع کرنے کی درخواست کی تھی۔
اگرچہ دیوا جوڑے کے ہانگ کانگ میں ہونے کی اطلاعات ہیں، تاہم اس بارے میں اور دیوا خاندان کی جانب سے کوئی باضابطہ تفصیلات عام نہیں کی گئی ہیں۔ ۲۴ گتے بھادو کو جین-جی تحریک کے دوران ان کے گھر پر حملے کے بعد دونوں کو فوج کی مدد سے ہسپتال لے جایا گیا تھا۔ اس کے فوراً بعد وہ علاج کے بہانے سنگاپور چلے گئے تھے۔ وہاں سے واپسی کے بعد دیوا نے دوبارہ سنگاپور کا سفر کیا جبکہ آرجو بھارت کے راستے سنگاپور پہنچی تھیں۔
ان کے ملک سے باہر ہونے کے دوران حکومت نے انہیں اثاثوں کی صفائی کی تحقیقات کے دائرے میں لایا تھا
دفاعی ذرائع کے مطابق انٹرپول نے دیوا جوڑے کے خلاف متعلقہ جرم کیا ہے؟ کن جرائم میں تحقیقات جاری ہیں؟ تحقیقات کس مرحلے پر پہنچی ہیں؟ جیسے سوالات اٹھائے ہیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر کے ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ ریڈ نوٹس جاری کرنے کے لیے بھیجا گیا خط نوٹس جاری ہوئے بغیر واپس آگیا ہے۔

مالپوت اور ناپی خدمات اب مقامی سطح پر فراہم کرنے کی تیاری۔

نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: نیپال حکومت نے زمین سے متعلق انتظامی خدمات کو مزید آسان اور عوام کے قریب بنانے کے لیے ایک اہم قدم اٹھاتے ہوئے مالپوت (لینڈ ریونیو) اور ناپی (سروے) کی خدمات اب مقامی سطح یعنی بلدیات اور دیہی بلدیات کے ذریعے فراہم کرنے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ حکومت نے اس مقصد کے لیے مالپوت ایکٹ ۲۰۳۴ میں ترمیم کرتے ہوئے ایک نیا قانونی انتظام کیا ہے، جس کے تحت رجسٹریشن، نام کی منتقلی (نامساری)، داخل خارج، لگت کٹّا، روکّا اور اس کے خاتمے جیسے اہم امور اب مقامی حکومتوں کے لینڈ مینجمنٹ شعبے انجام دے سکیں گے۔ وزارت برائے اراضی، کوآپریٹو اور غربت نوارن (خاتمہ) کے ترجمان گنیش پرساد بھٹ کے مطابق، اس اقدام کا مقصد زمین سے متعلق خدمات کو مرکزی دفاتر سے نکال کر عوام کی دہلیز تک پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے مرحلے میں ۳۵ بلدیاتی اداروں کا انتخاب کیا جا رہا ہے، جہاں آئندہ ساون مہینے سے خدمات شروع کرنے کا منصوبہ ہے۔
وزارت کی جانب سے جاری اطلاع کے مطابق، اب تک ۲۱۴ مقامی اداروں نے اس ذمہ داری کو سنبھالنے میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ تاہم منتخب بلدیات کو ضروری عملہ، تکنیکی سہولیات اور بنیادی ڈھانچہ خود مہیا کرنا ہوگا، جس کے بعد حکومت کی طرف سے تربیت فراہم کی جائے گی۔ یاد رہے کہ آئین نیپال کے مطابق زمین کی ملکیت سے متعلق سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا اختیار مقامی حکومتوں کو حاصل ہے، مگر گزشتہ ایک دہائی سے اس پر مکمل عملدرآمد نہیں ہو سکا تھا۔ ماہرین کے مطابق، اس نئے اقدام سے نہ صرف عوام کو سہولت ملے گی بلکہ تاخیر، اضافی اخراجات اور درمیانی عناصر (دلالوں) کے اثرات میں بھی کمی آئے گی۔ بلدیاتی نمائندوں نے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ اختیارات کے ساتھ مالی وسائل اور عملہ بھی مقامی سطح پر منتقل کیا جائے تاکہ خدمات مؤثر طریقے سے فراہم کی جا سکیں۔ حکومت نے اس کے ساتھ ہی "مالپوت آفس" کا نام تبدیل کر کے "لینڈ ایڈمنسٹریشن آفس" رکھنے کا بھی فیصلہ کیا ہے، جو اس شعبے میں اصلاحات کی ایک اور اہم کڑی ہے۔

اسکاٹ لینڈ کے خلاف نیپال کی شاندار جیت

کاٹھمانڈو۔ نیپال اے ٹیم نے سکاٹ لینڈ کے خلاف پہلے ایک روزہ پریکٹس میچ میں شاندار فتح حاصل کی ہے۔ جمعرات کو کھیلے گئے میچ میں نیپال 'اے' نے سکاٹ لینڈ کو ۴۵ رنز سے شکست دی۔ نیپال 'اے' کی جانب سے دیے گئے ۲۷۸ رنز کے

ہدف کا تعاقب کرتے ہوئے سکاٹ لینڈ ۴۸ء۲ اوورز میں ۲۳۲ رنز پر آل آؤٹ ہو گیا۔ سکاٹ لینڈ کو کم اسکور پر محدود کرنے کے لیے نیپال کی جانب سے راشد خان نے ۳ وکٹیں حاصل کیں۔ انہوں نے ۳ء۲ اوورز میں ۲۳ رنز دیے۔ اسی طرح یوراج کھتری، بشیر احمد اور صاحب عالم نے ۲-۲ وکٹیں حاصل کیں جبکہ کوشل مل نے ۱ وکٹ حاصل کی۔ سکاٹ لینڈ کی جانب سے فنلی میک کریتھ نے سب سے زیادہ ۵۲ رنز بنائے۔ جیک جاروس نے ۴۵، مارک واٹ نے ۳۷، میتھیو کراس نے ۲۲ اور برینڈن میک مولن نے ۲۱ رنز جوڑے۔ اس سے قبل اپر ملپانی کرکٹ گراؤنڈ میں پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے نیپال 'اے' نے مقررہ ۵۰ اوورز میں ۸ وکٹوں کے نقصان پر ۲۷۷ رنز بنائے تھے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

مولانا محبوب رضا نعیمی صاحب کے والدین محترمین کی سعادت حج پر مبارکباد و دعائیں۔

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

حج اسلام کا عظیم رکن اور بندۂ مومن کی روحانی زندگی کا ایک یادگار سفر ہے۔ احادیث مبارکہ میں حج مبرور کو جنت کا ذریعہ اور گناہوں سے پاکیزگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ بیت اللہ کی حاضری اور روضۂ رسول ﷺ پر سلام پیش کرنا ہر مسلمان کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے۔ کچھ ایسے ہی چکچکی، بارہ دشی سمیت پورے علاقے میں اس وقت خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی جب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ ہمارے نہایت قریبی دوست، معروف دینی و سماجی شخصیت حضرت مولانا محبوب رضا نعیمی صاحب (صدر مدرس: مدرسہ انوار العلوم غوثیہ، چکچکی ۴، جھاپا، نیپال) کے والدین محترمین اس سال فریضۂ حج کی سعادت کے لیے حجاز مقدس روانہ ہو رہے ہیں۔ اس مبارک موقع پر اہل خانہ، عزیز و اقارب، علماء کرام، ائمہ مساجد، طلبہ اور عوام الناس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نیک تمناؤں اور دعاؤں سے نوازا۔ لوگوں نے اسے خاندان نعیمی کے لیے ایک عظیم سعادت اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل قرار دیا۔ علمی و دینی حلقوں سے وابستہ شخصیات نے کہا کہ والدین کا بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی حاضری کے لیے جانا یقیناً پورے خاندان اور علاقے کے لیے باعث برکت ہے۔ اس موقع پر خصوصی دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کا سفر آسان فرمائے، حج کو حج مبرور بنائے اور بخیریت وطن واپسی نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام عازمینِ حج کی عبادتوں کو قبول فرمائے اور امتِ مسلمہ کو خیر و سلامتی عطا فرمائے۔ آمین

حجِ بیت اللہ، زیارتِ حرمین شریفین اور حقوق العباد کی اہمیت

نوشاد احمد قادری میڈیا انچارج علماء فاؤنڈیشن نیپال ضلع کپلوستو

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن حج ہے۔ یہ صرف ایک عبادت نہیں بلکہ بندۂ مؤمن کی روحانی معراج، عشقِ الٰہی کا عملی اظہار اور حرمین شریفین کی حاضری کی عظیم سعادت ہے۔ خانۂ کعبہ کی زیارت اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری ہر عاشقِ رسول کی قلبی تمنا ہوتی ہے۔ مگر شریعتِ مطہرہ نے حج کے لیے کچھ شرائط مقرر فرمائی ہیں، جن میں سب سے اہم "استطاعت" یعنی قدرت و وسعت ہے۔ اسی طرح اسلام نے حقوقُ العباد اور قرض کی ادائیگی کو بھی نہایت اہم قرار دیا ہے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت، جو قرآن و سنت اور اکابرِ اہلِ سنت کی تعلیمات کا حسین مجموعہ ہے، اس مسئلہ میں اعتدال اور شریعت کی اصل روح کو واضح کرتا ہے کہ جہاں صاحبِ استطاعت پر حج فرض ہے، وہیں حقوق العباد پامال کر کے یا قرض و ناانصافی کے ساتھ حج کرنا باعثِ مواخذہ بھی ہو سکتا ہے۔

حج کی فرضیت اور اس کی اہمیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوا کہ حج ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو مالی، جسمانی اور راستے کے اعتبار سے استطاعت رکھتا ہو۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو حج تک پہنچنے کی طاقت ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے، تو اسے اس بات کی پروا نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی۔
یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود سستی، دنیاداری یا غفلت کی وجہ سے حج کو مؤخر کرتا رہے۔
مسلکِ اعلیٰ حضرت میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ جب حج فرض ہو جائے تو بلا عذر اس میں تاخیر کرنا سخت خطرناک اور گناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمایا کہ صاحبِ استطاعت پر فوراً حج ادا کرنا ضروری ہے، اور بلا وجہ تاخیر معصیت ہے۔

زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت

حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ وہ مقدس مقامات ہیں جہاں کی حاضری مؤمن کے ایمان کو تازگی عطا کرتی ہے۔ خانۂ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری اہلِ ایمان کی عظیم سعادت۔
محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا حصہ ہے، اسی لیے عاشقانِ رسول مدینۂ منورہ کی حاضری کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پوری بنیاد ہی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ادبِ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہے۔ اسی لیے اہلِ سنت ہمیشہ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ حج کے ساتھ مدینۂ طیبہ کی حاضری، بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرنا، اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و محبت کے ساتھ حاضر ہونا ایمان کی روح ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدینۂ منورہ کے ادب پر بے شمار اشعار اور فتاویٰ تحریر فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ
جس دل میں مدینہ کی محبت نہیں، وہ دل ویران ہے۔ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا
اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو کہ وہ حج کر سکتا ہے، اس کے اہل و عیال بھی محفوظ رہیں، راستہ بھی پرامن ہو، اور جسمانی طاقت بھی موجود ہو، پھر بھی وہ صرف دنیاوی مشغولیات، کاروبار یا غفلت کی وجہ سے حج نہ کرے تو وہ سخت گناہگار ہے۔
آج بہت سے لوگ لاکھوں روپے دنیاوی آسائشوں، شادیوں، گاڑیوں اور فضول خرچیوں پر خرچ کر دیتے ہیں، مگر حج کی باری آتی ہے تو بہانے تلاش کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔
حج زندگی کا ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی میں تاخیر انسان کو نہ معلوم کس انجام تک پہنچا دے۔ کتنے لوگ نیت کرتے رہ جاتے ہیں مگر موت مہلت نہیں دیتی۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ استطاعت عطا فرمائے تو فوراً اس سعادت کی طرف قدم بڑھانا چاہیے۔

قرض اور حقوق العباد کے ساتھ حج کا مسئلہ

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ بندوں کے حقوق کی حفاظت بھی دین کا اہم حصہ ہے۔ اگر کسی شخص پر قرض ہو، لوگوں کا مال دبایا ہوا ہو، مزدوروں کی اجرت باقی ہو، یتیموں یا ورثاء کا حق کھایا ہو، یا کاروباری لین دین میں خیانت کی ہو، تو ایسی حالت میں حج کے لیے جانا قابلِ غور ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ
پہلے واجب حقوق ادا کیے جائیں۔ قرض خواہ کا حق واپس کیا جائے۔ ظلم اور حق تلفی سے توبہ کی جائے۔ پھر حج کی ادائیگی کی جائے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حق کو تو معاف فرما سکتا ہے، مگر بندوں کے حقوق بغیر معافی کے معاف نہیں ہوتے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور حج لے کر آئے گا، مگر اس نے کسی کا حق مارا ہو گا، کسی پر ظلم کیا ہو گا، کسی کو گالی دی ہو گی، تو اس کی نیکیاں لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔
یہ کتنی خوفناک بات ہے کہ انسان حج جیسی عظیم عبادت کرے مگر حقوقُ العباد کی پامالی کی وجہ سے اس کی نیکیاں دوسروں کو دے دی جائیں۔
قرض لے کر حج کرنا
اگر کوئی شخص اس طرح قرض لے کہ بعد میں آسانی سے ادا کر سکتا ہو اور قرض خواہ بھی راضی ہو، تو بعض صورتوں میں حج جائز ہو سکتا ہے۔ مگر محض لوگوں کو دکھانے، حاجی" کہلانے یا معاشرتی رتبہ حاصل کرنے کے لیے قرضوں کا بوجھ اٹھانا مناسب نہیں۔
اسی طرح اگر کسی کے ذمہ پہلے ہی بھاری قرض ہو اور قرض ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، تو ایسی حالت میں اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، بلکہ پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔
مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تعلیم یہی ہے کہ عبادت کے ساتھ معاملات کی درستگی بھی لازم ہے۔ صرف ظاہری عبادت کافی نہیں بلکہ حلال کمائی، پاکیزہ مال، اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ عبادت قبولیت کے قریب ہوتی ہے۔
حج کی قبولیت کا اصل راز
حج کی قبولیت صرف سفر کرنے یا لقبِ حاجی" حاصل کرنے میں نہیں بلکہ
اخلاص، تقویٰ، حلال روزی، حقوقُ العباد کی ادائیگی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور عاجزی و انکساری، میں پوشیدہ ہے۔
جو شخص حرمین شریفین سے واپس آکر بھی ظلم، دھوکہ، سود، جھوٹ اور حق تلفی نہ چھوڑے، اسے اپنے حج کا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے۔
حج اسلام کا عظیم فریضہ اور مؤمن کی روحانی معراج ہے۔ صاحبِ استطاعت پر فرض ہے کہ وہ اس سعادت کو بلا تاخیر ادا کرے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ انسان قرض، حق تلفی اور ظلم سے اپنے دامن کو پاک کرے۔
حرمین شریفین کی حاضری صرف جسمانی سفر نہیں بلکہ دل کی پاکیزگی، سچی توبہ اور حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔
از قلم

ہلاکی روڈ بلاک، مقامی اور تاجر سراپا احتجاج

شفیق رضا (نیپال اردو ٹائمز)
مدھیش پردیش نیوز بیورو

سرہا: بریارپٹی میں واقع چھوٹی کسٹم چوک پوسٹ کو ختم کرنے کے فیصلے کے خلاف مقامی اور تاجر سراپا احتجاج ہیں۔ احتجاج کی وجہ سے ہلاکی روڈ بلاک ہو گئی ہے اور صبح سے ٹریفک کی آمد و رفت متاثر ہے۔
حکومت نے ۲۱ اپریل کو گزٹ میں ایک نوٹیفکیشن شائع کر کے بریارپٹی چھوٹی کسٹم چوک پوسٹ کو بند کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ سرحدی علاقے کی تجارت اور مقامی معیشت پر اس فیصلے کے منفی اثرات کے خدشے کے پیش نظر مقامی افراد نے اس کی مخالفت کی ہے۔ احتجاج کرنے والوں نے بریارپٹی گاؤں کی یونین-۳ کے باریارپٹی چوک میں سڑک کے درمیان میں بینچ رکھ کر صبح تقریباً ۸:۳۰ بجے سے ہلاکی روڈ بلاک کر دی ہے۔

محمود پور سعد اللہ نگر میں تحفظِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کانفرنس و عرسِ حضور تاج الشریعہ کی تیاریاں شروع

سعد اللہ نگر / بلرام پور:
پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز

اسلامیانِ ہند کے مردم خیز قصبہ سعد اللہ نگر کے قریب واقع گاؤں محمود پور میں مورخہ ۸ مئی ۲۰۲۶ء بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عشاء ایک عظیم الشان دینی و روحانی اجتماع بعنوان "تحفظِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کانفرنس و عرسِ حضور تاج الشریعہ" نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہونے جا رہا ہے۔
اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر اہلیانِ علاقہ اور وابستگانِ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے، جبکہ پروگرام کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔
موصولہ اطلاعات کے مطابق اس روحانی و علمی اجتماع میں مرکز اہل سنت بریلی شریف سے سالارِ قافلہ، پیر طریقت، صاحبِ مسندِ نوریہ، شہزادہ و سجادہ نشین حضور تاج الشریعہ، قاضی دیارِ ہند حضرت علامہ و مولانا مفتی الشاہ محمد عسجد رضا خان قادری رضوی دام ظلہ العالی خصوصی شرکت و خطاب فرمائیں گے۔
اسی طرح ملک کے ممتاز علمائے کرام، مشائخ عظام، خطباء و ذاکرین بھی اس کانفرنس کی رونق بڑھائیں گے، جن میں سلطان المشائخ حضرت علامہ الحاج الشاہ سید غیاث الدین احمد قادری ترمذی ضیائی مدظلہ النورانی، حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری قادری رضوی، حضرت علامہ مفتی الشاہ عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی، حضرت علامہ مفتی محمد مسیح الدین قادری رضوی، حضرت علامہ سید شاہ حسنین بقائی صفوی، حضرت علامہ مفتی شکیل احمد مصباحی، حضرت علامہ مفتی محمد معین الدین ازہری اور حضرت علامہ مولانا عمار رضا صدیقی حشمتی مصباحی سمیت دیگر اکابرینِ اہل سنت شریک ہوں گے۔
نعت و منقبت کے میدان میں بھی ممتاز شخصیات اپنی آواز کا نذرانہ پیش کریں گی، جن میں شہنشاہِ ترنم حضرت قاری ضیاء یزدانی بہرائچی، مداحِ خیر الانام حضرت عنبر مشاہدی اور واصفِ شاہِدی حضرت عمر رضا حشمتی خصوصی طور پر شریک ہوں گے۔
منتظمین کی جانب سے بتایا گیا ہے کہ اس کانفرنس کا مقصد عوامِ اہل سنت کے عقائد و نظریات کا تحفظ، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور نوجوان نسل کو اکابرینِ اہل سنت سے جوڑنا ہے۔ پروگرام میں ملک بھر سے عاشقانِ رسول ﷺ کی بڑی تعداد کی شرکت متوقع ہے۔
انجمن غلامانِ حضور مفتی اعظم ہند، محمود پور سعد اللہ نگر ضلع بلرام پور کی جانب سے تمام محبانِ اہل سنت سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس عظیم دینی و روحانی اجتماع میں بھرپور شرکت فرما کر علمائے اہل سنت کے علمی و روحانی بیانات سے استفادہ حاصل کریں اور مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اپنے تعلق کو مزید مضبوط بنائیں۔
www.nepalurdutimes.com

تجاوزات ہٹانے کے عمل میں انسانی حقوق کا مکمل احترام کیا جائے گا۔ وزارت داخلہ

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
کاٹھمانڈو

وزارت داخلہ نے مئی ۲۰۲۶ میں تمام ۷۷ اضلاع کی انتظامیہ کو حکم دیا ہے کہ وہ فوری طور پر سرکاری اور عوامی زمینوں سے تجاوزات کی نشاندہی کریں اور انہیں ہٹانے کے لیے جامع منصوبہ بندی کریں۔
وزارت داخلہ نے تمام ۷۷ ضلعی انتظامیہ کے دفاتر کو خط لکھا ہے کہ وہ تجاوزات والی سرکاری اور سرکاری اراضی کی نشاندہی کریں۔ محکمہ داخلہ کے برانچ آفیسر کرشنا دیوکوٹا کے مطابق بدھ کو تمام ۷۷ ضلعی انتظامیہ کے دفاتر کو ایک سرکلر بھیجا گیا ہے۔ اپنے اضلاع میں موجود تمام تجاوز شدہ سرکاری اور عوامی اراضی کی مکمل فہرست تیار کریں۔ مقامی حکومتوں اور متعلقہ محکموں کے ساتھ مل کر تجاوزات کا ڈیٹا اکٹھا کریں۔ مذکورہ خط کے مطابق متعلقہ اداروں کے ساتھ تعاون اور تال میل سے ضلع میں تجاوزات کی گئی سرکاری اور سرکاری اراضی کی نشاندہی کی جائے، متعلقہ اداروں سے ان زمینوں پر سے تجاوزات ہٹانے کے لیا ضلاعے منصوبہ بندی کی درخواست کی جائے اور اس وزارت کو بھیجا جائے، اور وزارت کی منظوری کے بعد، مناسب حفاظتی انتظامات اور دیگر ضروری انتظامات کیے جائیں۔ کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ تجاوزات ہٹانے کا پلان وزارت کو بھیجیں، جس کی منظوری کے بعد ہی کارروائی ہو گی۔ زمینوں کا ڈیجیٹل ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے تاکہ مستقبل میں قبضوں کو روکا جا سکے۔ کاٹھمانڈو میں خاص طور پر دریاؤں کے کنارے قائم غیر قانونی بستیوں کی نشاندہی مکمل کر لی گئی ہے۔ حکومت نے واضح کیا ہے کہ تجاوزات ہٹانے کا عمل انسانی ہمدردی اور قانونی ضابطوں کے تحت ہو گا: کارروائی کے دوران نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لیے پولیس اور سیکیورٹی فورسز کی تعیناتی یقینی بنائی جائے گی
www.nepalurdutimes.com

کون بنے گا سپریم کورٹ کا ۳۲واں چیف جسٹس؟

شفیق رضا
کاٹھمانڈو — وزیر اعظم بالیندر شاہ کی زیر صدارت آئینی کونسل کا اجلاس ہونے والا ہے۔ اجلاس کا بنیادی ایجنڈا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی تقرری کا عمل آگے بڑھانا ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۲۸۴ میں آئینی کونسل کے بارے میں دفعہ موجود ہے۔ اس دفعہ میں چیف جسٹس اور آئینی اداروں کے سربراہان اور عہدیداروں کی تقرری کی سفارش آئینی کونسل کرے گی، آئینی کونسل ۶ رکنی ہوتی ہے۔ جس میں وزیر اعظم شاہ صدر، چیف جسٹس (چیف جسٹس کی سفارش میں قانون کی وزیر سوویتا گوتم)، ایوان نمائندگان کے اسپیکر ڈی پی اڑیال، ایوان بالا کے صدر نارائن داہال، ایوان نمائندگان میں اپوزیشن لیڈر بھشم راج آنگدیمبے اور ایوان نمائندگان کی ڈپٹی اسپیکر روبی کماری ٹھاکر شامل ہیں۔ ضمنی شق ۲ میں کہا گیا ہے کہ چیف جسٹس کے عہدے کے خالی ہونے کی صورت میں، چیف جسٹس کی تقرری کی سفارش کرتے وقت، نیپال حکومت کے قانون اور انصاف کے وزیر رکن کے طور پر شامل ہوں گے۔ اگر آئینی کونسل میں اتفاق رائے نہ ہو تو اکثریت سے فیصلہ کرنے کے لیے حکومت نے ایک آرڈیننس بھی لایا ہے۔ آرڈیننس میں ۳ افراد کے فیصلے کرنے کا انتظام کیا گیا ہے،۔ عدالتی کونسل نے چیف جسٹس کے لیے آئین کی طرف سے مقرر کردہ اہلیت کے حامل مستقل ججوں کا ایک روسٹر پہلے ہی آئینی کونسل کو بھیج دیا ہے۔ اگرچہ آئینی تقاضا ہے کہ چیف جسٹس کا عہدہ خالی ہونے سے ایک ماہ قبل سفارش کی جائے، کونسل نے نام بھیجنے میں تاخیر کی۔ آئین کے آرٹیکل ۲۸۴ کی ضمنی شق ۳ میں کہا گیا ہے کہ 'آئینی کونسل کو چیف جسٹس یا کسی آئینی ادارے کے سربراہ یا عہدیدار کے خالی ہونے سے ایک ماہ قبل اس آئین کے مطابق تقرری کے لیے سفارش کرنی ہو گی۔' لیکن اس دفعہ کی مسلسل خلاف ورزی ہوتی رہی ہے۔
عدالتی کونسل نے سپریم کورٹ کی سینئر ترین جج سپنا کمار ریگمی، ہری پرساد فویال، منوج کمار شرما، نحکول سویدی اور تل پرساد شریستھا کے نام بھیجے تھے۔
چیف جسٹس پرکاش مان راوت ۶۵ سال کی عمر کی حد کی وجہ سے ریٹائر ہونے کے بعد، سپریم کورٹ میں سینئر جج کے طور پر پردھان قائم مقام چیف جسٹس کے طور پر کام سنبھالا۔ راوت ۱۸ مارچ کو ریٹائر ہوئے تھے۔
www.nepalurdutimes.com

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

Weekly The

NEPAL URDU TIMES

Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

اداریہ

آئینی ترمیم کی ضرورت کیوں؟"!!!!

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

ملک میں ایک بار پھر آئینی ترمیم کی بحث نے سیاسی فضا کو گرم کر دیا ہے۔ حکومت کی جانب سے آئینی اصلاحات کے لیے ٹاسک فورس کی تشکیل، سابق اٹارنی جنرلز اور قانونی ماہرین سے مسلسل مشاورت، انتخابی نظام، عدلیہ اور وفاقی ڈھانچے پر اٹھنے والے سوالات اس بات کی واضح علامت ہیں کہ موجودہ نظام کے حوالے سے عوامی اور سیاسی حلقوں میں بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ آئین پر نظر ثانی کی آواز اٹھی ہو، لیکن اس بار حالات قدرے مختلف دکھائی دیتے ہیں، کیوں کہ اب صرف سیاسی جماعتیں ہی نہیں بلکہ نئی نسل بھی کھل کر بہتر حکمرانی، شفافیت اور بدعنوانی کے خاتمے کا مطالبہ کر رہی ہے۔

سن ۲۰۱۵ کے آئین سے عوام نے بے شمار امیدیں وابستہ کی تھیں۔ توقع کی جا رہی تھی کہ سیاسی عدم استحکام ختم ہو گا، ادارے مضبوط ہوں گے، اور ملک ترقی و خوش حالی کی راہ پر گامزن ہو گا، مگر ایک دہائی گزرنے کے باوجود عوام آج بھی مہنگائی، بے روزگاری، سیاسی کشمکش، کرپشن اور انتظامی کمزوریوں کا شکار ہیں۔ حکومتیں بدلتی رہیں لیکن عوامی مسائل اپنی جگہ برقرار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ سوال شدت سے اٹھنے لگا ہے کہ آیا مسئلہ صرف حکومتوں کا ہے یا نظام میں بھی بنیادی اصلاحات کی ضرورت موجود ہے۔

آئینی ترمیم یقیناً کسی بھی جمہوری ملک کا حق اور ضرورت ہو سکتی ہے، مگر اس عمل کو محض سیاسی مفادات یا وقتی اقتدار کی خواہش تک محدود کرنا ملک کے مستقبل کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ماضی میں اکثر قومی معاملات سیاسی مفاہمت کے بجائے سیاسی مفاد کی نذر ہوتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عوام کا اعتماد بتدریج کمزور ہوتا گیا۔ اگر آئینی ترمیم واقعی قومی ضرورت ہے تو اس میں تمام سیاسی جماعتوں، قانونی ماہرین، سول سوسائٹی، نوجوانوں اور اقلیتی طبقات کی رائے کو شامل کرنا ناگزیر ہو گا۔

اس وقت ملک کو سب سے زیادہ ضرورت مضبوط جمہوری اداروں، شفاف احتساب، غیر جانب دار عدلیہ اور عوام دوست حکمرانی کی ہے۔ صرف دفعات بدلنے سے حالات تبدیل نہیں ہوں گے جب تک سیاسی قیادت اپنی ترجیحات تبدیل نہ کرے۔ بدعنوانی کے خاتمے، ریاستی اداروں کی خود مختاری، نوجوانوں کے روزگار، تعلیم اور بنیادی سہولیات کے مسائل پر سنجیدگی سے کام کرنا ہو گا۔ نئی نسل اب روایتی نعروں سے مطمئن نہیں بلکہ عملی تبدیلی دیکھنا چاہتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ بار بار آرڈی ننس، آئینی تنازعات اور اختیارات کی کشمکش نے ریاستی نظام کو کمزور کیا ہے۔ جمہوریت کی اصل روح مشاورت، برداشت اور اجتماعی فیصلہ سازی میں پوشیدہ ہے۔ اگر سیاسی قوتیں ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں سوچیں تو آئینی بحث ایک مثبت موڑ اختیار کر سکتی ہے، بصورت دیگر یہی اختلافات مستقبل میں مزید سیاسی بحران کو جنم دے سکتے ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ آئینی ترمیم کو اقتدار کی جنگ نہیں بلکہ قومی اصلاح کا ذریعہ بنایا جائے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں کو یہ سمجھنا ہو گا کہ عوام اب صرف وعدے نہیں بلکہ نتائج چاہتے ہیں۔ اگر موجودہ قیادت نے اس موقع کو سنجیدگی سے نہ لیا تو عوامی بے چینی مزید بڑھے گی اور جمہوری نظام پر اعتماد کمزور پڑتا جائے گا۔ امید کی جانی چاہیے کہ سیاسی قیادت ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے ملک کو استحکام، انصاف اور حقیقی ترقی کی سمت لے جانے میں اپنا مثبت کردار ادا کرے گی۔

خصوصی کالم برائے مراسلات

معزز قارئین کرام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ نیپال اردو ٹائمز ہمالیہ کی وادیوں سے اردو صحافت کا روشن مینار ہے جس کے ذریعے سے ملک نیپال میں اردو صحافت کو فروغ دینے کے لیے ہماری ٹیم سرگرم عمل ہے، قارئین حضرات سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اخبار کو پڑھیں اور اپنی آرا ہمیں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

کیا مدارس کو اب قومی تعلیمی نظام کے تحت لایا جائے گا؟

ڈاکٹر سلیم انصاری، جھاپا نیپال

حالیہ دنوں میں مسلم کمیشن نیپال کی جانب سے مدارس کے حوالے سے جو معلومات طلب کی گئی تھیں، اب بڑی تعداد میں مدارس نے وہ معلومات اور ڈیٹا جمع کرا دیا ہے۔ یہ ایک اہم مرحلہ ہے اور اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حکومت اب مدرسہ سیکٹر کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت مدارس کے موجودہ نظام، ان کے انتظام، تعداد، طلبہ، اساتذہ اور قانونی حیثیت کو سمجھنے کے بعد آئندہ دنوں میں کچھ قواعد و ضوابط اور گائیڈ لائنز متعارف کروا سکتی ہے۔

فی الحال یہ کہنا مشکل ہے کہ حکومت کس نوعیت کی گائیڈ لائنز جاری کرے گی اور ان کا مدارس کے موجودہ نظام پر کیا اثر پڑے گا۔ وقت ہی بتائے گا کہ یہ پالیسیاں کس حد تک سخت یا نرم ہوں گی، اور مدارس کے نظام میں کس نوعیت کی تبدیلیاں آئیں گی۔ لیکن اتنا ضرور واضح ہے کہ حکومت اس وقت مدارس کے شعبے کو ایک منظم شکل دینا چاہتی ہے۔ اندازوں کے مطابق نیپال میں تقریباً ڈھائی ہزار مدارس موجود ہیں، جن میں سے تقریباً نصف رجسٹرڈ ہیں جبکہ باقی مدارس غیر رجسٹرڈ ہیں۔ اس غیر منظم صورتحال کی وجہ سے حکومت بھی ایک واضح تعلیمی اور انتظامی خاکہ تیار کرنا چاہتی ہے۔ یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ مدارس نیپال کے مسلمانوں کی دینی، تعلیمی اور سماجی زندگی کا ایک اہم حصہ رہے ہیں۔ کئی دہائیوں سے مدارس نے قرآن، حدیث، فقہ، عربی زبان اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاص طور پر دیہی علاقوں میں مدارس نے ایسی خدمات انجام دی ہیں جہاں دیگر تعلیمی سہولیات بہت کم تھیں۔ ہزاروں طلبہ نے انہی اداروں سے بنیادی دینی تعلیم حاصل کی اور معاشرے میں دین اور اخلاق کی خدمت انجام دی۔ اس لیے مدارس کے حوالے سے کوئی بھی پالیسی بناتے وقت زمینی حقائق، مسلمانوں کی دینی ضروریات اور مدارس کی تاریخی خدمات کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مدارس کا نظام کئی مسائل کا شکار بھی رہا ہے۔ تعلیمی معیار میں فرق، وسائل کی کمی، انتظامی کمزوریاں، غیر منظم پھیلاؤ، رجسٹریشن کے مسائل، مالی شفافیت کا فقدان اور داخلی اختلافات جیسے مسائل طویل عرصے سے موجود ہیں۔ بعض علاقوں میں ایک ہی بستی یا محلے میں کئی مدارس قائم ہیں، مگر نہ وہاں طلبہ کی مناسب تعداد ہوتی ہے اور نہ ہی معیاری اساتذہ دستیاب ہوتے ہیں۔ اس صورتحال سے وسائل تقسیم ہو جاتے ہیں اور تعلیمی معیار متاثر ہوتا ہے۔

اسی طرح بہت سے مدارس قانونی طور پر رجسٹرڈ نہیں ہیں، جس کی وجہ سے آئندہ دنوں میں انہیں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ حکومت کی نظر میں جب کوئی شعبہ غیر منظم ہو تو اس کے لیے پالیسی سازی مشکل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم کمیشن نے مدارس سے معلومات طلب کیں تاکہ ایک واضح تصویر سامنے آسکے اور مستقبل کے لیے کوئی پالیسی بنائی جا سکے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت مدارس کے لیے رجسٹریشن، نصاب، طلبہ کے ریکارڈ، اساتذہ کی اہلیت، مالی حسابات، عمارتوں کے معیار اور عصری تعلیم کے حوالے سے کچھ رہنما اصول جاری کرے۔ بعض لوگ اس حوالے سے خدشات رکھتے ہیں، جبکہ بعض حلقے اسے اصلاح اور بہتری کا موقع سمجھتے ہیں۔ لیکن موجودہ وقت میں سب سے زیادہ ضرورت جذباتی ردعمل کے بجائے سنجیدہ غور و فکر اور حکمت عملی کی ہے۔

مسلمانوں کو اس مرحلے کو صرف ایک حکومتی کارروائی کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ اسے ایک ایسے موقع کے طور پر دیکھنا چاہیے جہاں مسلمان خود بھی مدارس کے مستقبل کے حوالے سے اپنی رائے اور تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمان خاموش رہیں گے اور صرف یہ انتظار کریں گے کہ حکومت کیا فیصلہ کرتی ہے، تو پھر ممکن ہے کہ بہت سے اہم زمینی حقائق پالیسی سازی میں شامل نہ ہو سکیں۔

اسی لیے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم تنظیمیں، مدارس بورڈز، علماء، دانشور، سماجی کارکن اور سماجی لیڈران مل بیٹھ کر سنجیدگی سے غور کریں۔ انہیں یہ طے کرنا چاہیے کہ مدارس کے مستقبل کے لیے کون سی تجاویز زیادہ مناسب اور قابلِ عمل ہو سکتی ہیں۔ ان تجاویز کو صرف زبانی باتوں یا سوشل میڈیا تک محدود رکھنے کے بجائے ایک تحریری شکل دی جائے اور مسلم کمیشن اور وزارتِ تعلیم تک پہنچایا جائے۔

اگر مسلمان اپنی سنجیدہ، متوازن اور قابلِ عمل تجاویز حکومت تک پہنچائیں گے تو حکومت کو مدارس کے نظام کو بہتر انداز میں سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اور اگر حکومت ان تجاویز کو مناسب سمجھے گی تو ممکن ہے کہ ان میں سے بعض نکات آئندہ گائیڈ لائنز کا حصہ بھی بن جائیں۔ یہی ایک دانشمندانہ اور تعمیری راستہ ہے۔

مثال کے طور پر مسلمان یہ تجویز دے سکتے ہیں کہ مدارس کی دینی خود مختاری اور شناخت کو برقرار رکھا جائے۔ اسی کے ساتھ عصری تعلیم کے بنیادی مضامین کو مناسب حد تک شامل کیا جائے تاکہ مدارس کے طلبہ مستقبل میں قومی سطح پر بھی بہتر کردار ادا کر سکیں۔ اسی طرح رجسٹریشن کے عمل کو آسان، شفاف اور زمینی حقائق کے مطابق بنانے کی تجویز دی جا سکتی ہے۔

مسلم قیادت اس بات پر بھی زور دے سکتی ہے کہ چھوٹے مکاتب اور بڑے مدارس کے درمیان فرق کو سمجھا جائے۔ ہر مکتب کو مدرسہ قرار دے کر اس پر یکساں اصول لاگو کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ مکاتب بنیادی دینی تعلیم کا اہم ذریعہ ہیں، خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔ اس لیے مکاتب کے نظام کو کمزور کرنے کے بجائے اسے مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مدارس کے اندر بھی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ ماننا ہو گا کہ صرف حکومت کو تنقید کا نشانہ بنانے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ مدارس کو اپنے نظم و نسق، تعلیمی معیار، اساتذہ کی تربیت، طلبہ کی نگرانی اور مالی شفافیت پر بھی توجہ دینی ہو گی۔ جہاں ممکن ہو، چھوٹے اور کمزور مدارس کو ضم کر کے مضبوط اور معیاری ادارے قائم کیے جائیں تاکہ وسائل کا بہتر استعمال ہو سکے۔

یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ مدارس کو غیر ضروری سیاست اور گروہ بندی سے دور رکھا جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض اوقات مدارس ذاتی اختلافات یا مسلکی بنیادوں پر قائم کیے جاتے ہیں، جس سے اجتماعی نقصان ہوتا ہے۔ اگر ہم واقعی مدارس کے مستقبل کو محفوظ بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر اجتماعی مفاد کے بارے میں سوچنا ہو گا۔

آج مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آیا ہم مستقبل کے چیلنجز کا سامنا اتحاد، حکمت اور سنجیدگی کے ساتھ کریں گے یا پھر اختلافات اور جذباتی نعروں میں الجھے رہیں گے۔ اگر ہم نے بروقت سنجیدہ قدم نہ اٹھایا تو ممکن ہے کہ فیصلے ہمارے بغیر ہی ہو جائیں۔ لیکن اگر مسلمان متحد ہو کر اپنی تجاویز، خدشات اور سفارشات حکومت کے سامنے پیش کریں گے تو یقیناً بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

یہ وقت تمام مسلم تنظیموں، مدارس بورڈز، علماء، ائمہ، دانشوروں اور کمیونٹی رہنماؤں کے لیے مل بیٹھنے کا ہے۔ انہیں مدارس کے مستقبل کے حوالے سے ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔ اس لائحہ عمل میں مدارس کی دینی شناخت، رجسٹریشن، عصری تعلیم، نصاب، مالی شفافیت، مکاتب کے نظام اور تعلیمی معیار کے حوالے سے واضح تجاویز شامل ہونی چاہئیں۔ پھر ان تجاویز کو باقاعدہ تحریری شکل میں مسلم کمیشن اور وزارتِ تعلیم کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔

نعتیہ غزل۔

بزمِ فخر ازہر کا کلام

جب حقیقت نہیں پتا ان کی
پھر کوئی کیا کرے ثنا ان کی

عاصی امت کی مغفرت کے لیے
"رب سلم رہی صدا ان کی"

آنِ واحد میں ڈال دیتی ہے
جان مردوں میں خاکِ پا ان کی

چشمِ شفقت وہ جن پہ کر دیں گے
بخشی جائے گی بس خطا ان کی

عید ہو جائے گی مری اس دم
جب ملے گی مجھے لقا ان کی

مرتے دم تک بشیر رضوی کے
لب پہ جاری رہے ثنا ان کی

فکر و قلم۔
محمد بشیر القادری رضوی
گلاب پوری ثم کھنڈوی

نو آبادیاتی ذہنیت کو للکار بالیندر شاہ کا جرأت مندانہ قدم

راشد سیف اللہ مدینہ منورہ

سفارت کاری کی دنیا میں ایک اصول صدیوں سے قائم ہے، وزیر اعظم، وزیر اعظم سے ملتا ہے، وزیر خارجہ، وزیر خارجہ سے، یہ کوئی تکبر یا ہٹ دھرمی نہیں، بلکہ یہ وہ ضابطہ ہے جسے دنیا کی تمام بڑی اور باوقار حکومتیں صدیوں سے مانتی آئی ہیں، لیکن جنوبی ایشیا میں، اور بالخصوص چھوٹے ممالک میں، یہ اصول کب کا بھلا دیا گیا تھا، نیپال کے نئے وزیر اعظم بالیندرا شاہ نے اس روایت کو توڑتے ہوئے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جسے نہ صرف سراہا جانا چاہیے بلکہ پورے خطے کے لیے ایک سبق کے طور پر یاد رکھا جانا چاہیے۔

وہ روایت جو وقار کو کھا گئی۔

گزشتہ کئی دہائیوں سے جنوبی ایشیا کے ممالک میں ایک انتہائی افسوسناک طریقہ رائج ہو گیا ہے، بڑے ممالک کا کوئی بھی درمیانے درجے کا سفارت کار آتا ہے، کوئی اسسٹنٹ سیکرٹری یا کوئی خصوصی ایلچی آتا ہے تو ان ممالک کے وزرائے اعظم اس کے استقبال کے لیے فوراً حاضر ہو جاتے ہیں، کیا یہ مہمان نوازی ہے؟ نہیں یہ خود سپردگی ہے، یہ وہ ذہنیت ہے جو نو آبادیاتی دور سے چلی آ رہی ہے، جب چھوٹے ممالک کے حکمران بڑے ملکوں کے ادنیٰ نمائندوں کے سامنے بھی دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں ،خود ان ممالک کے وزرائے اعظم اسے اپنی عظمت سمجھتے ہیں جیسے امریکہ یا برطانیہ کا کوئی بھی نمائندہ مل لے تو بہت بڑی بات ہو گئی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس رویے نے ان ممالک کے وقار کو تار تار کر دیا اور بیرونی طاقتوں کو یہ تاثر دیا کہ ان کے ساتھ کسی بھی سطح پر، کسی بھی انداز میں معاملہ کیا جا سکتا ہے۔

پچھلے وزرائے اعظم کا عمومی رویہ

۲۰۰۶ کے بعد سے تمام وزرائے اعظم جناب کے پی شرما اولی، جناب شیر بہادر دیوبا، جناب پشپ کمل دہال پرچنڈا مختلف ملکوں کے سفراء سے انفرادی طور پر ملتے تھے، اکثر وزارتِ خارجہ کے کسی افسر کے بغیر، نہ کوئی نوٹ لیا جاتا، نہ کوئی ریکارڈ رکھا جاتا، خارجہ پالیسی جس کے ہاتھ میں اقتدار ہو اس کی ذاتی پسند کے تابع ہو جاتی تھی، نیپال کے سابق سفیر شمبھو رام سمکھڑا نے خود کہا "پچھلی حکومتوں میں ایک قسم کی لاپروائی تھی، کوئی ذمہ دار نہیں تھا"۔ خلاصہ یہ کہ ہر آنے والا سفیر، ہر درمیانے درجے کا امریکی یا بھارتی افسر سیدھا وزیر اعظم سے ملتا رہا، یہ روایت اتنی پختہ ہو گئی تھی کہ جب بالیندرا شاہ نے اسے توڑا تو بعض سفراء کو صدمہ ہوا۔

شاہ کا فیصلہ — اصول کی واپسی۔

وزیر اعظم بالیندرا شاہ نے مارچ ۲۰۲۶ میں اقتدار سنبھالتے ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ وہ صرف اپنے ہم منصبوں سے یعنی وزرائے اعظم، صدور، اور وزرائے خارجہ سے ملاقات کریں گے، اس پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے پہلے امریکی اسسٹنٹ سیکرٹری آف اسٹیٹ سمیر پال کاپور سے ملنے سے معذرت کی، اور پھر ٹرمپ کے خصوصی ایلچی سرجیو گور سے بھی ملاقات نہ کی، باوجود اس کے کہ امریکی جانب سے بھرپور کوشش کی گئی۔

یہ فیصلہ کوئی بے سوچا سمجھا اقدام نہیں تھا، یہ ایک باضابطہ اعلانیہ پالیسی ہے، جسے وزیر اعظم شاہ نے شروع سے ہی قائم کیا اور تمام ممالک کے سفیروں کو اپریل کے اوائل میں اجتماعی طور پر بلا کر یہ طرزِ عمل واضح کر دیا۔

پروٹوکول کمزوری نہیں، قوت ہے

کچھ لوگ یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ نیپال ایک چھوٹا ملک ہے، اسے بڑی طاقتوں سے تعلقات خراب کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے، لیکن یہی سوچ اصل مسئلہ ہے، چھوٹا ملک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وقار بھی چھوٹا ہو، بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ جو چھوٹے ممالک اپنا وقار نہیں بچاتے، طاقتور ممالک انہیں کبھی برابر کا شریک نہیں سمجھتے، کیا امریکہ کا وزیر اعظم کبھی نیپال کے کسی درمیانے درجے کے سفارت کار سے ملتا ہے؟ کیا برطانیہ، فرانس یا جرمنی میں ایسا ہوتا ہے؟ یہ تمام ممالک سختی سے یہی پروٹوکول مانتے ہیں، پھر صرف جنوبی ایشیا کے ممالک کے لیے یہ اصول کیوں نہ ہو؟ وزیر اعظم شاہ نے ایک انتہائی واضح اور درست پیغام دیا ہے نیپال اپنا احترام چاہتا ہے، اور احترام لینے کے لیے پہلے خود کو قابلِ احترام ثابت کرنا پڑتا ہے۔

وقار کی بحالی —

ایک ضروری اور جرأتمندانہ عمل

جو وقار برسوں میں کھویا جاتا ہے، اسے بحال کرنا آسان نہیں ہوتا، اس کے لیے اصول پر قائم رہنے کا حوصلہ چاہیے اور قلیل مدتی تکلیف برداشت کرنے کی صلاحیت چاہیے، وزیر اعظم شاہ نے یہ سب دکھایا ہے، اندرونی آوازیں بھی اٹھیں کہ بڑے ممالک سے تعلقات کا خیال رکھا جائے، لیکن تعلقات کا خیال رکھنا اور اپنا وقار گنوانا دو بالکل مختلف چیزیں ہیں، دنیا کا سب سے کامیاب سفارتی طریقہ وہی ہے جس میں برابری کی بنیاد پر بات ہو، نہ جھکتے ہوئے، نہ غرور سے، بلکہ اعتماد اور وقار کے ساتھ۔

خلاصہ

نیپال کے وزیر اعظم بالیندرا شاہ کا یہ فیصلہ تاریخی ہے، انہوں نے ایک ایسی روایت کو چیلنج کیا جو دراصل نو آبادیاتی دور کی میراث تھی، انہوں نے ثابت کیا کہ پروٹوکول محض ایک رسمی ضابطہ نہیں، یہ قومی وقار کا آئینہ ہے، جو ممالک اپنے آپ کو باوقار سمجھتے ہیں وہ یہی کرتے ہیں، اپنے ہم پلہ سے ملتے ہیں، اور باقی کام وزراء اور سفارت کار انجام دیتے ہیں، آج نیپال نے یہی کیا ہے، اور یہ فیصلہ پورے خطے کے لیے ایک روشن مثال ہے کہ چھوٹا ملک بھی بڑے وقار کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑا ہو سکتا ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

آپ بھی اللہ کے نیک بندے بنیں!!

تحریر: جاوید اختر بھارتی

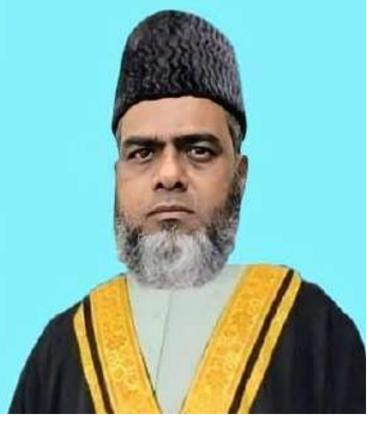

اکثر و بیشتر یہ جملہ سننے کو ملتا ہے کہ سیدھے سے رہو، سیدھے بات کرو، بہت سیدھا شخص ہے، کتنا سیدھا ہے مطلب لفظ سیدھا انتہائی اہم ہے اس سے بہت کچھ واضح ہوتا ہے نیکی، شرافت، خوش مزاجی، اخلاص، وفاداری، محبت، عقیدت، احترام، بلند اخلاق ان ساری خصوصیات سے سجاوٹ کی گئی ہے لفظ سیدھا کی،، تبھی تو کوئی ہاتھ سے لولا، پاؤں سے لنگڑا، آنکھ سے نابینا بھی ہو پھر بھی نیک ہے لوگوں کی عزت کرتا ہے اور گالی گلوج و بدزبانی سے پرہیز کرتا ہے تو لوگ اسے بھی کہتے ہیں کہ بہت اچھا اور سیدھا آدمی ہے حالانکہ بظاہر وہ لولا اور لنگڑا ہے لیکن اسے سیدھا تصور کیا جاتا ہے اور مانا جاتا ہے اور کہا بھی جاتا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ لفظ سیدھا کا تعلق ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے، تہذیب و تمدن سے ہے-

اسی طرح راستے کو بھی کہا جاتا ہے کہ بڑا سیدھا راستہ ہے یہاں تک کہ ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے کے لئے جگہ جگہ سواریاں بدلنی پڑتی ہیں مگر سواریاں ملنے میں کوئی دشواری نہیں ہے تو اسے بھی کہا جاتا ہے کہ ارے بڑا آسان اور سیدھا راستہ ہے،، اور راستہ سچ میں بالکل سیدھا ہے مگر پورے دن میں ایک ہی دو سواری ملتی ہو تو اسے یہی کہا جاتا ہے کہ بڑا مشکل اور بڑا ٹیڑھا راستہ ہے حالانکہ بظاہر ایک بھی موڑ نہیں ہے بالکل سیدھا ہے تو یہاں بھی واضح ہو گیا کہ ہر مقام پر ظاہری اعتبار سے سیدھی چیز کو سیدھی نہیں مانی جاتی بلکہ اس کی کیفیات اور خصوصیات کی بنیاد پر سیدھا اور ٹیڑھا مانا جاتا ہے تبھی تو شراب کے نشے میں ایک شخص لڑکھڑاتے ہوئے چلتا ہے کسی موڑ پر پہنچ کر گر جاتا ہے، کسی نالی کے پاس پہنچ کر کبھی قدم آگے بڑھاتا ہے تو کبھی پیچھے کھینچتا ہے مگر کوئی اسے راستہ بتانے والا نہیں، نالی اور سڑک پار کرانے والا نہیں مگر ایک ایسا شخص بھی آتا ہے جس کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے اور ہاتھ میں لاٹھی ہے چلتے چلتے موڑ آگیا، یا نالی پڑ گئی وہ شخص اپنے ہاتھ کی لاٹھی سے دائیں بائیں آزماتا ہے کہ راستہ بہتر ہے کہ نہیں اتنے میں کسی کی نظر پڑتی ہے تو وہ جلدی سے اس نابینا کے پاس پہنچتا ہے اور اپنے ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور نالی پار کراتا ہے یا روڈ کراس کراتا ہے دونوں کے راستے ایک تھے مگر نوعیت مختلف تھی-

یہ دنیا ہے ہزاروں رنگ بدلتی ہے اور دنیا میں بسنے والے لوگ بھی ہزاروں رنگ بدلتے ہیں- انسان تو سب ہیں لیکن مقام الگ الگ، جینے کا طریقہ تو سب کو ایک جیسا بتایا گیا ہے لیکن لوگوں کے جینے کا طریقہ الگ الگ،، ایک وہ بھی شخص ہے جو کہتا ہے کہ یہ کیا کہ تم تو ہوش میں ہو میں نشے میں ہوں، پی کر شراب تم بھی کہو میں نشے میں ہوں، جو ہوش میں ہوں ان سے کرو عاقبت کی بات، مجھ سے نشے کی بات کرو میں نشے میں ہوں،، جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہوش میں آ نشے میں جھوم نہ تو، ارے میکدے کو منہ سے چوم نہ تو، شرم کر شرم اے ابن آدم، دیکھ ابلیس بن کے گھوم نہ تو،، یہ بری چیز ہے پینا بھی برا ہے اس کا، ہے جو انسان کا دشمن وہ نشہ ہے اس کا، ہر برائی کی طرف دھیان چلا جاتا ہے، جس کو پیتے وقت ایمان چلا جاتا ہے، یہ تو داناؤں کو نادان بنادیتی ہے، یعنی انسان کو شیطان بنادیتی ہے، پی کے بدمست ہے کیا تیری ادا ہے پیارے، جان کر پی ہے یہ سب تیری خطا ہے پیارے، تو نے انگور کی بیٹی کا اسے نام دیا، اور بے فائدہ انگور کو بدنام کیا، تو نہ پیتا نہ یہ بہکی ہوئی باتیں کرتا، ہوش ہوتا تو تو قہر خدا سے ڈرتا، لڑکھڑاتا ہوا نشے میں کدھر جاتا ہے، ارے کبھی سیدھا کبھی پٹری سے اتر جاتا ہے، پینے والے یہ حقیقت ہے کہ نادان ہے تو، آج سے چھوڑدے پینا جو مسلمان ہے تو،، جب اس کے کانوں میں یہ آواز گئی تو اسے کچھ غیرت آئی اور وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوا پھر اس کے دل نے کہا کہ تجھے جینا ہے تو جی سارے زمانے کے لئے، زندگی تیری نہیں پینے پلانے کے لئے،، ہاتھ اللہ نے بخشے ہیں سخاوت کے لئے، پاؤں بخشا ہے تجھے راہ صداقت کے لئے، دل دیا ہے تجھے ایمان کی دولت کے لئے، اپنے محبوب کی اور اپنی محبت کے لئے،، تجھ کو اس پر بھی خیال دل معصوم نہیں،، قوم دم توڑ رہی ہے تجھے معلوم نہیں،،

اب اس کے دل کی دنیا بدلنی شروع ہوئی غیرت ایمانی جوش سے بھڑکنا شروع ہوئی دل سے توبہ کرنے کا ارادہ کیا اور مسجد کی طرف چل دیا- مسجد میں پہنچتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ مسجد خالی ہے وضو بناتا ہے اور اس کے بعد ایک کونے میں بیٹھتا ہے آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے گناہوں سے توبہ کرتا ہے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی ہے کہ لوگوں کا مسجد میں آنا شروع ہو جاتا ہے اس شخص پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے جو ابھی کچھ دیر قبل نشے میں جھوم رہا تھا لوگوں نے اسے دھکے مار کر مسجد سے باہر کر دیا دیکھتے ہی دیکھتے بھیڑ لگ گئی جو آتا ہے وہ طعنہ مارتا ہے کہ یہ شرابی ہے اس کو مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے وہ اپنی آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے بھیڑ میں چکر لگاتا ہے ایک دکاندار کا گریبان پکڑتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا تو نے ناپ تول میں کمی کرنے کی عادت چھوڑ دی؟ اگر نہیں تو پھر تمہیں مجھ پر انگلی اٹھانے کا اور مسجد میں داخل ہونے سے روکنے کا حق کس نے دیا؟ پھر آگے بڑھ کر ایک آفیسر کا گریبان پکڑتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا تم نے رشوت لینے سے توبہ کرلی ہے؟ پھر ایک تاجر کا گریبان پکڑ کر پوچھتا ہے کہ کیا تم نے تجارت میں دھوکہ دینے سے توبہ کرلیا؟ سب کی نگاہیں نیچی سب کے ہوش اڑے ہوئے آج اس کے ذہن میں یہ خیالات و سوالات کیسے آئے بالکل سناٹا چھایا ہوا ہے ہر طرف خاموشی ہے اب وہ شخص خاموشیوں کو چیرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے بھیڑ لگا کر تماشہ دیکھنے والوں سنو یقیناً میں شراب پیا کرتا تھا لیکن آج ہی ایک شخص کے ذریعے نصیحت سن کر میرا دل خوف خدا سے لرز گیا اور میں نے گناہوں سے توبہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور آج مسجد میں آکر میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سربسجود ہوا اور گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا مجھے بڑا سکون حاصل ہو رہا تھا مگر آپ لوگوں نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا اور مجھے مسجد سے باہر کیا لیکن افسوس صد افسوس آپ لوگ اپنا محاسبہ کرنے کے لئے تیار نہیں ناپ تول میں کمی آپ کرتے ہیں، تجارت میں دھوکہ آپ دیتے ہیں اور رشوت آپ لیتے ہیں آج تک آپ لوگوں نے توبہ کا ارادہ نہیں کیا،، کیا اب بھی آپ لوگ مجھے مسجد میں جانے سے روکیں گے؟ کم از کم اتنا تو سوچا ہوتا کہ اللہ نے گناہوں کو معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے یہاں تک کہ بندہ ایک دن شراب پیتا ہے اور جب نشہ اترتا ہے تو گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ بہک گیا تھا مگر جب خیال آیا تو مجھ سے معافی مانگ رہا ہے اے فرشتوں اس کا گناہ نہ لکھنا،، بندہ دوسرے دن پھر شراب پیتا ہے اور جب نشہ اترتا ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اللہ کہتا ہے کہ اے فرشتوں دیکھو میرا بندہ آج پھر مجھ سے معافی مانگ رہا ہے اپنے کئے پر شرمندہ ہے توبہ کررہا ہے آج پھر میں اسے معاف کررہا ہوں،، اب بندہ تیسرے دن بھی شراب پیتا ہے اور جب نشہ اترتا ہے تو پھر روتا اور گڑگڑاتا ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تب پروردگار کہتا ہے کہ اے فرشتوں میرا بندہ مجھ سے مذاق کررہا ہے اب اس کے گناہ معاف نہیں کئے جائیں گے اب رجسٹر میں اس کا گناہ لکھ دیا جائے،، تو جب رب ذوالجلال اتنی مہلت دیتا ہے اور اتنا مہربان ہے تو آپ لوگ توبہ کے راستے میں کیوں رخنہ اندازی کررہے ہیں ارے ہوسکے تو آپ لوگ بھی تجارت میں دھوکہ دہی سے، ناپ تول میں کمی سے اور رشوت خوری سے توبہ کریں اور اللہ کے نیک بندے بنیں اسی میں بھلائی ہے اور اسی میں کامیابی ہے-

javedbharti508@gmail.com
www.nepalurdutimes.com

ہندوستانی جمہوریت: آئین، وفاق اور ارتکازِ اقتدار کا چیلنج

ہندوستان کا جمہوری نظام دنیا کے ان منفرد اور پیچیدہ سیاسی تجربات میں شمار ہوتا ہے جہاں غیر معمولی لسانی، مذہبی اور ثقافتی تنوع کے باوجود ایک مضبوط آئینی ڈھانچہ قائم کیا گیا۔ یہ نظام نہ صرف دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ مختلف شناختیں ایک مشترکہ سیاسی فریم ورک میں ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکتی ہیں۔ تاہم، حالیہ برسوں میں اس جمہوری نظام کی روح—یعنی ادارہ جاتی توازن، آئینی بالادستی اور سیاسی تنوع—کو درپیش چیلنجز نے سنجیدہ سوالات کو جنم دیا ہے۔ خاص طور پر طاقت کے ارتکاز، خودمختار اداروں پر اثراندازی اور حزبِ اختلاف کو کمزور کرنے کے رجحانات نے اس نظام کی صحت پر گہرا اثر ڈالا ہے۔

آئینی بنیاد:
اصول اور عملی انحراف

ہندوستان کا آئین، جو ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ کو نافذ ہوا، ایک ہمہ گیر دستاویز ہے جس نے ملک کو خودمختار، سیکولر اور جمہوریہ قرار دیا۔ اس آئین میں بنیادی حقوق، شہری آزادیوں اور ریاستی ذمہ داریوں کا واضح تعین کیا گیا ہے۔ نظریاتی طور پر یہ آئین ایک ایسے متوازن نظام کی بنیاد رکھتا ہے جہاں ریاست اور شہری کے درمیان تعلق انصاف اور مساوات پر مبنی ہو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان اصولوں پر پوری طرح عمل ہو رہا ہے؟ ناقدین کے مطابق، حالیہ برسوں میں آئینی اداروں اور جمہوری روایات کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا ہے جو آئین کی روح سے ہم آہنگ نہیں۔ آزادئ اظہار پر غیر اعلانیہ دباؤ، اختلافی آوازوں کو محدود کرنے کے حربے، اور قانون کے یکساں اطلاق پر سوالات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آئینی اصولوں اور عملی سیاست کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے۔ مزید یہ کہ بعض قوانین کے اطلاق اور ان کے انتخابی استعمال کے حوالے سے بھی شکوک وشبہات سامنے آئے ہیں، جنھوں نے شہری آزادیوں کے دائرے کو محدود کرنے کی بحث کو تقویت دی ہے۔

وفاقی ڈھانچہ:
مرکزیت کی طرف جھکاؤ

ہندوستان کا وفاقی نظام اس کی وحدت میں کثرت کا عملی اظہار ہے۔ آئین کے مطابق مرکز اور ریاستوں کے درمیان اختیارات کی واضح تقسیم موجود ہے، لیکن عملی سطح پر یہ توازن بتدریج مرکز کے حق میں جھکتا دکھائی دیتا ہے۔

گزشتہ برسوں میں مرکز کی جانب سے ریاستی معاملات میں مداخلت، گورنر کے عہدے کا متنازع استعمال، اور مالی وسائل کی غیر مساوی تقسیم جیسے مسائل نے وفاقی ڈھانچے کو متاثر کیا ہے۔ اپوزیشن کے زیر اقتدار ریاستوں کے ساتھ مختلف سلوک کے الزامات بھی سامنے آئے ہیں، جس سے یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ وفاقی اصولوں کو سیاسی مفادات کے تابع کیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جی ایس ٹی جیسے مالیاتی ڈھانچوں میں ریاستوں کی خودمختاری اور مالی گنجائش کے حوالے سے بھی بحث شدت اختیار کر چکی ہے، جو مرکز و ریاست تعلقات کی نزاکت کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ یہ رجحان محض انتظامی مسئلہ نہیں بلکہ جمہوری روح کے لیے ایک بنیادی چیلنج ہے، کیونکہ وفاقیت کا مقصد ہی طاقت کو تقسیم کر کے توازن قائم رکھنا ہوتا ہے۔

پارلیمان:
بحث سے منظوری تک کا سفر

پارلیمان جمہوریت کا سب سے اہم ادارہ ہے، جہاں قانون سازی، بحث و مباحثہ اور حکومتی احتساب ہوتا ہے۔ لیکن حالیہ برسوں میں پارلیمانی عمل کے حوالے سے جو تبدیلیاں دیکھنے میں آئی ہیں، وہ تشویشناک ہیں۔

اہم قوانین کو محدود بحث کے ساتھ جلد بازی میں منظور کیا جانا، اپوزیشن کی آواز کو نظر انداز کرنا، اور پارلیمانی کمیٹیوں کے کردار میں کمی جیسے رجحانات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پارلیمان کا کردار بتدریج کمزور ہو رہا ہے۔ جب قانون سازی محض عددی اکثریت کی بنیاد پر ہونے لگے اور مکالمہ ثانوی حیثیت اختیار کر جائے تو جمہوری عمل اپنی اصل روح کھو دیتا ہے۔ مزید برآں آرڈیننس کے بڑھتے ہوئے استعمال اور اہم بلوں کو سلیکٹ کمیٹیوں کے پاس نہ بھیجنے کی روایت نے بھی قانون سازی کے معیار پر سوالات کھڑے کیے ہیں۔

خودمختار ادارے:
غیر جانبداری یا اثراندازی؟

جمہوری نظام میں خودمختار ادارے—جیسے الیکشن کمیشن، تفتیشی ایجنسیاں، اور آڈیٹر جنرل—شفافیت اور احتساب کی ضمانت ہوتے ہیں۔ لیکن اگر یہی ادارے سیاسی اثر و رسوخ کا شکار ہو جائیں تو پورا نظام عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے۔

گزشتہ ایک دہائی میں بارہا یہ الزام سامنے آیا ہے کہ تفتیشی ایجنسیوں، جیسے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ اور سی بی آئی، کو سیاسی مخالفین کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اپوزیشن رہنماؤں کے خلاف کارروائیوں کی رفتار اور شدت، اور حکومتی شخصیات کے خلاف نسبتاً خاموشی نے ان خدشات کو تقویت دی ہے کہ احتساب کا عمل غیر جانبدار نہیں رہا۔ مزید یہ کہ تقرریوں کے طریقہ کار میں شفافیت کی کمی اور ادارہ جاتی فیصلوں میں تاخیر نے بھی عوامی اعتماد کو متاثر کیا ہے۔

اسی طرح انتخابی فنڈنگ کے نظام، خصوصاً الیکٹورل بانڈز، کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے، جسے بعض ماہرین نے غیر شفاف قرار دیا۔ اگر انتخابی عمل پر عوامی اعتماد متزلزل ہو جائے تو جمہوریت کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

جاوید جمال الدین

عدلیہ:
آزادی اور دباؤ کے بیچ

عدلیہ کو آئین کا محافظ تصور کیا جاتا ہے، لیکن حالیہ برسوں میں اس کے کردار پر بھی بحث چھڑی ہے۔ اگرچہ عدلیہ نے بعض اہم فیصلوں میں اپنی آزادی کا مظاہرہ کیا، لیکن کئی حساس معاملات میں تاخیر یا محتاط رویے نے سوالات کو جنم دیا۔ عدالتی تقرریوں کے نظام، مقدمات کے التوا، اور بعض سیاسی نوعیت کے مقدمات میں رویے نے یہ تاثر پیدا کیا ہے کہ عدلیہ بھی دباؤ سے مکمل طور پر آزاد نہیں۔ ایک کمزور یا محتاط عدلیہ جمہوری توازن کو برقرار رکھنے میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ زیر التوا مقدمات کی بڑھتی ہوئی تعداد بھی انصاف کی بروقت فراہمی کے اصول سے متصادم دکھائی دیتی ہے۔

حزبِ اختلاف: جمہوری توازن کی کمزور کڑی

جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار محض تنقید تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ حکومتی پالیسیوں کا متبادل پیش کرتی ہے اور اقتدار کے توازن کو برقرار رکھتی ہے۔ لیکن موجودہ سیاسی ماحول میں اپوزیشن کے لیے گنجائش محدود ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اپوزیشن رہنماؤں کے خلاف قانونی کارروائیاں، گرفتاریوں اور سیاسی دباؤ کے الزامات نے اس تاثر کو مضبوط کیا ہے کہ حزبِ اختلاف کو منظم طور پر کمزور کیا جا رہا ہے۔ اگر اپوزیشن مؤثر نہ رہے تو جمہوریت یک طرفہ ہو جاتی ہے، جو بالآخر آمریت کی نرم شکل اختیار کر سکتی ہے۔ مزید یہ کہ انتخابی اتحادوں کو توڑنے، ارکانِ اسمبلی کی وفاداریاں تبدیل کرانے اور ریاستی حکومتوں کو عدم استحکام سے دوچار کرنے جیسے الزامات نے سیاسی ماحول کو مزید پیچیدہ بنادیا ہے۔

میڈیا اور سول سوسائٹی:
خاموشی یا مزاحمت؟

آزاد میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستون ہوتا ہے، لیکن اگر یہی ستون دباؤ یا مفادات کے تحت کمزور ہو جائے تو عوام تک سچائی کی رسائی متاثر ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں میڈیا کے ایک بڑے حصے پر حکومتی بیانیے کی تائید کا الزام لگایا جاتا ہے، جبکہ تنقیدی صحافت کے لیے جگہ سکڑتی جا رہی ہے۔

اسی طرح سول سوسائٹی تنظیموں پر بڑھتی ہوئی نگرانی اور پابندیوں نے بھی جمہوری فضا کو متاثر کیا ہے۔ ایک متحرک سول سوسائٹی ہی جمہوریت کو زندہ رکھتی ہے، اور اس کی کمزوری نظام کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی آزادئ صحافت کے اشاریوں میں تنزلی نے ان خدشات کو مزید تقویت دی ہے۔

مجموعی جائزہ:
استحکام یا ارتکاز؟

گزشتہ برسوں میں حکومت نے سیاسی استحکام، تیز رفتار فیصلہ سازی اور مضبوط قیادت کا تاثر پیش کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ طاقت کے ارتکاز، ادارہ جاتی کمزوری اور جمہوری روایات کے زوال کے خدشات بھی سامنے آئے ہیں۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ آج ہندوستانی جمہوریت ایک اہم موڑ پر کھڑی ہے۔ ایک طرف مضبوط قیادت اور ترقی کا بیانیہ ہے، تو دوسری طرف جمہوری اصولوں کی بقا کا سوال۔ اصل مسئلہ یہ نہیں کہ ترقی ہو رہی ہے یا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ترقی کا عمل کس حد تک جمہوری اصولوں کے دائرے میں رہ کر آگے بڑھ رہا ہے۔

مستقبل کا راستہ:
اصلاح یا انحراف؟

ہندوستان کا جمہوری نظام اب بھی اپنی آئینی بنیادوں کے باعث مضبوط ہے، لیکن اس کی بقا کا دارومدار اس بات پر ہے کہ:

کیا اداروں کی خودمختاری بحال رکھی جائے گی؟

کیا اپوزیشن کو آزادانہ کردار ادا کرنے دیا جائے گا؟

کیا میڈیا اور سول سوسائٹی کو دباؤ سے آزاد رکھا جائے گا؟ کیا وفاقی توازن کو برقرار رکھا جائے گا؟ اگر ان سوالات کا جواب مثبت نہ ہوا تو جمہوریت کی شکل برقرار رہتے ہوئے بھی اس کی روح کمزور ہو سکتی ہے۔

نتیجہ

ہندوستان کا جمہوری وفاقی نظام ایک عظیم آئینی تجربہ ہے، لیکن اس کی کامیابی کا انحصار صرف آئین کی موجودگی پر نہیں بلکہ اس کی حقیقی روح کے نفاذ پر ہے۔ جب اقتدار کے مراکز تمام اداروں کو اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کریں اور حزبِ اختلاف کو بے اثر بنایا جائے تو جمہوریت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

ایک صحت مند جمہوریت کے لیے ضروری ہے کہ طاقت تقسیم ہو، ادارے آزاد ہوں اور اختلافِ رائے کو دبانے کے بجائے سنا جائے۔ اگر یہ اصول نظر انداز کیے گئے تو جمہوریت محض ایک رسمی ڈھانچہ بن کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر ان اصولوں کو مضبوط کیا جائے تو ہندوستان نہ صرف اپنی جمہوری روایت کو برقرار رکھ سکتا ہے بلکہ اسے ایک حقیقی، متوازن اور باوقار جمہوریت میں تبدیل بھی کر سکتا ہے۔ ٩٨٦٧٦٢٧٧٤١

جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات داتار محلہ بھوانی پور دینی وعصری تعلیم کا ایک عظیم سنگم ہے

پریس ریلیز
ابوافسر مصباحی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات داتار محلہ بھوانی پور دینی وعصری تعلیم کا ایک عظیم سنگم ہے جو نہ صرف بچیوں کی عاقبت سنوارتا ہے بلکہ دینی وعصری تعلیم سے بھی مالا مال کرتا ہے یہاں بچیوں کو ایمان و عقائد کے تحفظ اور تشخص کے ساتھ ضروریات زندگی سے متعلقہ سارے مسائل سکھائے جاتے ہیں لہذا آج ہی اپنی بچیوں کا داخلہ جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات داتار محلہ بھوانی پور وایا پریہار ضلع سیتامڑھی بہار میں کرائیں، واضح ہو کہ مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۴۴۶ ہجری مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۲۴ عیسوی کو بعد نماز جمعہ علاقائی علماء اور مشائخ کے مقدس ہاتھوں سے جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات کا قیام عمل میں آیا اور الحمدللہ اس مختصر مدت میں جامعہ نے اپنی حسن کارکردگی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے فی الوقت اعدادیہ سے عالمیت تک تعلیم کا نظم ہے اس کے علاوہ ہندی انگلش حساب کے لیے بھی معلمہ بحال ہیں بحمدہ تعالی ۷۰ بچیاں دار الاقامہ میں رہ کر تعلیم حاصل کررہی ہیں ان کی تعلیم وتربیت کے لیے چار باصلاحیت معلمات معمور ہیں جو انہیں تعلیم کے ساتھ تربیت بھی سکھاتی ہیں ان کے اخلاق اور شخصیت سازی پر بھرپور توجہ دیتی ہیں تاکہ بچیاں باحیا با اخلاق اور دیندار بن سکیں، بچیوں کی اچھی کارکردگی پر معلمات ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتی ہیں تاکہ ان کے اندر خود اعتمادی اور اگے بڑھنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہو شر پسند عناصر پر نظر رکھنے کے لیے ادارہ کے چاروں جانب سی سی ٹی وی ڈیجیٹل کیمرہ نصب کیا گیا ہے ۲۴ گھنٹہ بجلی کی سہولت ہے پینے کے لیے واٹر فلٹر اور ٹھنڈے مشروبات کے لیے فریج کا بھی انتظام ہے بچیوں کو کسی کمی کا احساس نہ ہو اس لیے انہیں عمدہ اور لذیذ کھانا وقت پر دیا جاتا ہے تاکہ وہ دلجمعی کے ساتھ شکم سیر ہو کر تعلیم حاصل کر سکیں، ملحوظ رہے کہ اس ادارہ کے بانی طبیب ملت حضرت مولانا محفوظ عالم صاحب قبلہ ہیں، مدرسہ کے اصول و ضوابط کو سمجھنے کے لیے اس کتابچہ کا مطالعہ فرمائیں ،اپیل کردہ، ابو افسر مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز،

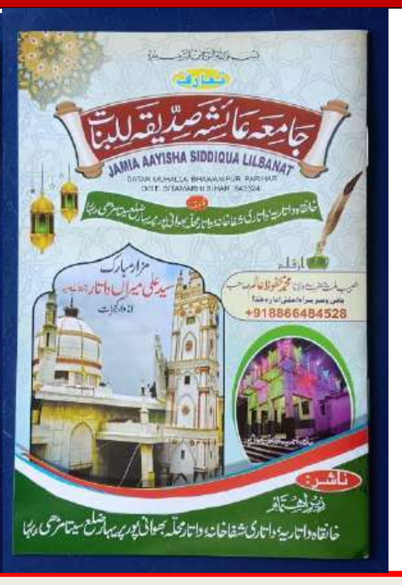

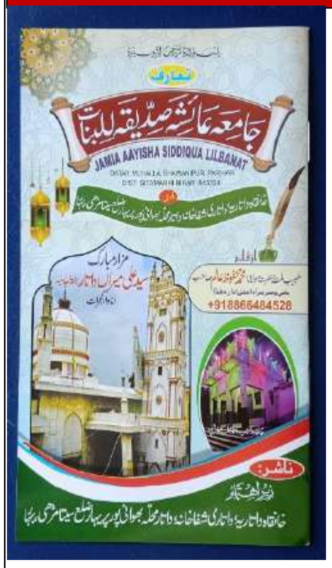

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

استحصال کے سائے میں دبتی ہوئی معلم کی صدا

راقم الحروف:
انیس الرحمٰن حنفی رضوی،
بہرائچ شریف
پرنسپل، جامعہ رضویہ زینت العلوم سرس کھیڑا، ضلع مراد آباد (یوپی)

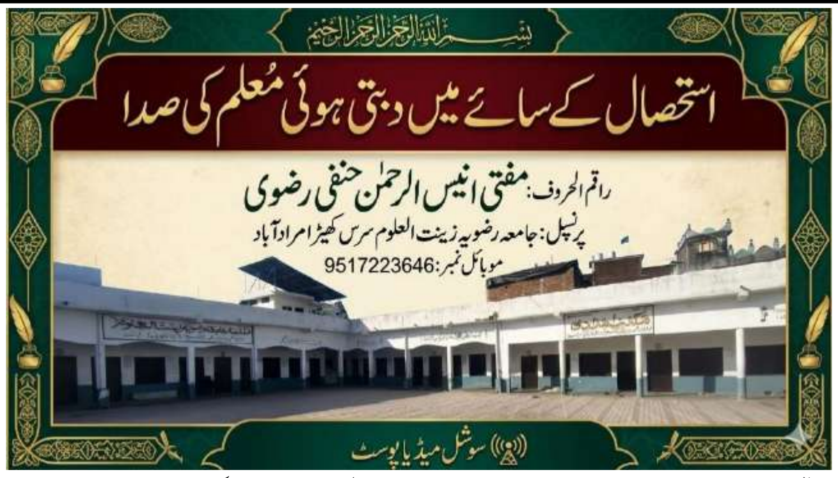

یہ کوئی افسانہ نہیں، نہ کسی بدگمانی کا نتیجہ ہے، بلکہ ایک ایسا تلخ سچ ہے جو مدارس کے مقدس نام کے پیچھے چھپ کر پروان چڑھ رہا ہے، اور افسوس یہ ہے کہ اسے دیکھنے والی آنکھیں بھی اکثر مصلحت کی دبیز تہوں میں دفن ہو جاتی ہیں؛ مدارس، جنہیں علم، تقویٰ اور اخلاق کی آماجگاہ ہونا چاہیے تھا، جہاں انصاف سانس لیتا اور اخلاص پھلتا پھولتا، وہی بعض جگہوں پر ایک ایسے نظام میں بدل چکے ہیں جہاں معلم، جو اس عمارت کی بنیاد ہے، سب سے زیادہ محروم، سب سے زیادہ مجبور اور سب سے زیادہ مظلوم نظر آتا ہے، اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذات کو مٹا دے، اپنی خواہشات کو دفن کر دے، اپنی صحت، اپنا وقت، اپنی توانائیاں سب کچھ ادارے کے نام کر دے، اس کے لیے دن رات ایک کر دے، طلبہ کی تربیت میں اپنی زندگیاں جھونک دے، مگر جیسے ہی اس کے حق کی بات آتی ہے، جیسے ہی اس کی تنخواہ، اس کی بنیادی ضروریات، اس کی عزت نفس کا سوال اٹھتا ہے، وہی ذمہ داران جو اس سے قربانیوں کے تقاضے کرتے نہیں تھکتے، اچانک بے بس، لاچار اور خاموش نظر آنے لگتے ہیں، گویا کہ اس معلم کا کوئی حق ہی نہیں، گویا کہ اس کی محنت کسی کھاتے میں درج ہی نہیں، مہینوں کی مسلسل محنت کے باوجود تنخواہ روک لینا، تاخیر کا شکار بنانا، یا معمولی سے معمولی بہانے سے کٹوتی کر دینا ایک ایسا معمول بن چکا ہے جس پر کسی کو شرم بھی نہیں آتی، بلکہ بعض اوقات اسے احسان جتانے کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے، جیسے کہ یہ اس کا حق نہیں بلکہ کوئی خیرات ہو، اور اگر وہ اس پر سوال اٹھا دے تو اس کی نیت، اس کے اخلاص اور اس کے کردار پر سوالیہ نشان لگا دیا جاتا ہے، یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو منبروں پر کھڑے ہو کر حقوق العباد کے وعظ دیتے ہیں مگر عملی زندگی میں انہی حقوق کو پامال کرنے میں کوئی تردد محسوس نہیں کرتے، اور یہ تضاد صرف ایک اخلاقی کمزوری نہیں بلکہ ایک گہری منافقت کی علامت ہے،

اسی کے ساتھ ساتھ وعدوں کا ایک ایسا جال بچھایا جاتا ہے جس میں ایک معلم کو اس طرح الجھا دیا جاتا ہے کہ وہ حقیقت اور فریب میں تمیز ہی کھو بیٹھتا ہے، اسے بار بار یقین دلایا جاتا ہے کہ حالات جلد بدلیں گے، اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوگا، اس کی خدمات کا اعتراف کیا جائے گا، مگر یہ سب الفاظ محض ایک سراب ثابت ہوتے ہیں، سال در سال گزر جاتے ہیں مگر نہ حالات بدلتے ہیں نہ وعدے وفا ہوتے ہیں، صرف ایک چیز برقرار رہتی ہے اور وہ ہے استحصال، اور اس استحصال کو مزید گہرا کرنے کے لیے اس معلم پر ایسی کڑی نگرانی رکھی جاتی ہے جیسے وہ کوئی خائن ہو، اس کے ہر قدم، ہر لفظ، ہر عمل کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس کی چھوٹی سی لغزش کو اتنا بڑھا دیا جاتا ہے کہ اس کی برسوں کی خدمات مٹی میں مل جاتی ہیں، گویا کہ وہ انسان نہیں بلکہ ایک مشین ہو جس سے غلطی کا کوئی حق نہیں، اور اگر اس سے کوئی کمی رہ جائے تو اسے اس طرح اچھالا جاتا ہے جیسے کوئی بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو، جبکہ اس کی خوبیوں، اس کی محنت، اس کی لگن کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یہ رویہ نہ صرف ناانصافی ہے بلکہ ایک ایسے بیمار ذہن کی عکاسی ہے جو تعمیر کے بجائے تخریب میں یقین رکھتا ہے، اور اس سب کے درمیان سب سے زیادہ مجروح ہوتی ہے اس معلم کی عزت نفس، اسے بار بار یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ محض ایک تابع ہے، ایک ایسا فرد جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں، اس کی رائے بے معنی، اس کی ضرورت غیر اہم، اور اس کی موجودگی محض ایک مجبوری ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہی معلم اس ادارے کی روح ہے، وہی اس کا معمار ہے، وہی وہ چراغ ہے جس کی روشنی سے یہ ادارہ روشن ہے، مگر جب اسی چراغ کو بجھانے کی کوشش کی جائے، اس کی روشنی کو کمزور کیا جائے، تو پھر اندھیرا ہی مقدر بن جاتا ہے، اور یہی وہ اندھیرا ہے جو آج بعض مدارس کے ماحول میں صاف محسوس کیا جا سکتا ہے،

یہ تحریر کسی فرد واحد کے خلاف نہیں بلکہ ایک ایسے رویے کے خلاف ہے جو خاموشی کے ساتھ ایک پورے نظام کو کھوکھلا کر رہا ہے، اور اگر اس پر بروقت توجہ نہ دی گئی تو وہ دن دور نہیں جب مدارس کا وقار محض ایک قصہ بن کر رہ جائے گا، اس لیے یہ ایک کھلا پیغام ہے ہر اس ذمہ دار کے لیے جو اپنے آپ کو دینی خدمت کا علمبردار سمجھتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ادارے کے اندر انصاف قائم کرے، کیونکہ جس جگہ معلم مظلوم ہو، وہاں علم کا چراغ نہیں جلتا بلکہ صرف اندھیرے جنم لیتے ہیں، اور یہ ایک وارننگ بھی ہے ہر نئے آنے والے مدرس کے لیے کہ وہ آنکھیں کھول کر اس میدان میں قدم رکھے، خالی نعروں اور وعدوں پر یقین کر کے اپنی عزت اور اپنے حقوق کو داؤ پر نہ لگائے، کیونکہ یہ دنیا دعووں سے نہیں بلکہ حقائق سے چلتی ہے، اور جو ان حقائق کو نظر انداز کرتا ہے وہ بالآخر اسی چکی میں پس جاتا ہے جس میں بے شمار معلمین پہلے ہی اپنی زندگیاں کھو چکے ہیں۔ اللہ ہمیں انصاف اور حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے

سید شاہ مصطفیٰ علی شہید سبز پوش علیہ الرحمہ

خانقاہِ رشیدیہ کے افکار و معارف کے جامع و کامل ترجمان

از:
مفتی قاضی فضل رسول مصباحی

برصغیر کی علمی و روحانی تاریخ میں خانقاہِ رشیدیہ ایک ایسے درخشاں مینار کی حیثیت رکھتی ہے جس کی بنیادیں اخلاص، علم، عمل اور دعوت کے سنگِ گراں سے استوار کی گئی ہیں۔ یہ محض ایک خانقاہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت فکری و اصلاحی تحریک کا مرکز رہی ہے، جہاں شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ایک زندہ حقیقت کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ اس سلسلۂ عالیہ کے مشائخِ کرام نے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور احیاءِ سنت کے ساتھ ساتھ علمی میدان میں بھی وہ گراں قدر نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک اہلِ علم کے لیے چراغِ راہ رہیں گے۔ ان کی تصانیف اعتقادی استحکام، فقہی بصیرت اور روحانی گہرائی کا حسین مرقع ہیں۔

اسی زرّیں سلسلے کی ایک نہایت درخشاں کڑی حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی شہید سبز پوش علیہ الرحمہ کی ذاتِ بابرکات ہے، جو اپنے والدِ گرامی حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش رحمہ اللہ کے سچے وارث، جانشینِ اکبر اور خانقاہِ رشیدیہ کے نویں سجادہ نشین تھے۔ آپ ایک جامع الصفات ہستی، صاحبِ کشف و کرامت، اور عارفِ کامل تھے، جن کی زندگی علم و عمل، زہد و ورع، اور دعوت و جہاد کا حسین امتزاج تھی۔ آپ نے حرمِ مکہ کے معروف علمی مرکز مدرسہ صولتیہ سے علومِ دینیہ کی تکمیل فرمائی، جہاں سے آپ نے نہ صرف ظاہری علوم میں دسترس حاصل کی بلکہ باطنی فیوض و برکات سے بھی اپنی روح کو منور کیا۔ آپ کی شخصیت ایک ایسے داعیِ حق کی تھی جس کے اقوال میں تاثیر اور اعمال میں اخلاص کی جھلک نمایاں تھی، اور یہی اوصاف آپ کو اپنے عہد کے ممتاز مصلحین میں ممتاز کرتے ہیں۔

مفتی قاضی فضل رسول مصباحی نے اپنے ایک نہایت بصیرت افروز پریس بیان میں ان تاریخی و علمی حقائق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی سبز پوش علیہ الرحمہ نے فراغت کے بعد بہار کے خطۂ چمپارن کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ وہاں آپ نے نہایت حکمت، تدبر اور استقامت کے ساتھ باطل افکار و نظریات کا تعاقب کیا اور اپنی پراثر دعوت و تبلیغ سے ضلالت کے اندھیروں کو نورِ ہدایت میں بدل دیا۔ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں افراد حلقۂ حق میں داخل ہوئے اور ایک وسیع طبقہ آپ کی شرعی و روحانی رہنمائی سے فیضیاب ہو کر راہِ راست پر گامزن ہوا۔

بالآخر یہ مردِ مومن، جو افکارِ رشیدیہ کا جیتا جاگتا پیکر تھے، ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۵۸ء کو گورکھپور میں جامِ شہادت نوش کر کے اپنے ربّ کریم سے جا ملے۔ آپ کا مزارِ اقدس جونپور کے رشید آباد میں آج بھی مرکزِ انوار و تجلیات ہے، جہاں سے اہلِ دل آج بھی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ اس خانوادۂ علمی و روحانی کی عظمت کا اعتراف اپنے عہد کے جلیل القدر علماء، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری اور افضل العلماء مفتی قاضی سمیر الدین احمد رشیدی علیہما الرحمہ جیسی عبقری شخصیات نے بھی کیا ہے۔ اس سلسلے کے ادبی و شعری کمالات کا یہ عالم ہے کہ اساتذۂ فن—غالب و ناسخ—جیسے نامور شعراء بھی ان کے ذوقِ سخن پر رشک کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

بانیٔ خانقاہِ رشیدیہ حضرت شیخ محمد رشید علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "مناظرہ رشیدیہ" (شرحِ شریفیہ) آج بھی مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہو کر اس علمی روایت کے دوام کی دلیل ہے۔ مزید برآں "گنجِ رشیدی"، "گنجِ ارشدی"، "گنجِ فیاضی"، "کراماتِ فیاضی"، "مناقب العارفین"، "سمات الاخیار"، "عین المعارف" اور "دیوانِ فانی" جیسی معرکہ آرا کتب اس سلسلۂ عالیہ کے علمی جلال و جمال کی روشن علامتیں ہیں۔

آج بھی خانقاہِ رشیدیہ کے مراکز رشد و ہدایت کے ایسے سرچشمے ہیں جہاں سے تشنگانِ معرفت سیراب ہوتے اور طالبانِ حق کو سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ اپنی علمی سنجیدگی، روحانی گہرائی اور دعوتی بصیرت کے ساتھ عصرِ حاضر میں بھی ایک مؤثر اور زندہ روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سید شاہ مصطفیٰ علی شہید سبز پوش علیہ الرحمہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یارب العالمین۔

www.nepalurdutimes.com

مہمان نوازی: دلوں کو جوڑنے والا سب سے طاقتور عمل

متنبی کے ایک حکیمانہ قول کی روشنی میں: "لو زرتَ شخصًا ولم یُطعِمكَ شیئًا فإنما زرتَ میتًا"

ڈاکٹر محمد عبد السمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر، مولانا آزاد کالج،
اورنگ آباد، مہاراشٹر
موبائل نمبر ۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

عربی ادب کے عظیم شاعر متنبی سے منسوب ایک نہایت حکیمانہ، فکر انگیز اور دل کو جھنجھوڑ دینے والا قول ہے:

"لو زرتَ شخصًا ولم یُطعِمكَ شیئًا فإنما زرتَ میتًا"

یعنی اگر تم کسی شخص کے پاس جاؤ اور وہ تمہیں کچھ بھی نہ کھلائے پلائے تو گویا تم نے ایک مردہ انسان کی زیارت کی۔

یہ صرف ایک ادبی جملہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کے اخلاقی معیار کو ناپنے والا ایک عظیم پیمانہ ہے۔ متنبی نے "میّتًا" کا لفظ استعمال کر کے انسان کے جسمانی مرنے کی بات نہیں کی، بلکہ اس دل کی موت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں محبت، خلوص، انسانیت، ایثار اور مہمان نوازی کے جذبات ختم ہو چکے ہوں۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ زندہ وہی انسان ہے جس کے دل میں دوسروں کے لیے جگہ ہو، اور مردہ وہ ہے جس کے دروازے بھی بند ہوں اور دل بھی۔

آج ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں ترقی تو بہت ہوئی ہے، لیکن انسانیت کہیں پیچھے رہ گئی ہے۔ گھروں کی دیواریں بلند ہو گئی ہیں مگر دل چھوٹے ہو گئے ہیں۔ دسترخوان وسیع ہو گئے ہیں مگر مہمان کے لیے جگہ تنگ ہو گئی ہے۔ لوگوں کے پاس ہر آسائش موجود ہے مگر دوسروں کے لیے وقت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج رشتوں میں وہ مٹھاس باقی نہیں رہی، تعلقات میں وہ حرارت باقی نہیں رہی، اور ملاقاتوں میں وہ خلوص باقی نہیں رہا جو کبھی مسلمانوں کی پہچان ہوا کرتا تھا۔

کتنا افسوسناک منظر ہے کہ آج اگر کسی کے دروازے پر مہمان آ جائے تو بعض چہرے اتر جاتے ہیں۔ لوگ دل ہی دل میں پریشان ہونے لگتے ہیں کہ "اب یہ کیوں آ گیا؟" بعض لوگ تو مہمان کے آنے کو اپنی آزادی اور آرام کے لیے بوجھ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے مہمان کو رحمت قرار دیا ہے۔ مہمان اپنے ساتھ صرف ایک انسان نہیں لاتا بلکہ وہ برکت، محبت اور دعائیں بھی ساتھ لاتا ہے۔ مہمان نوازی صرف کھانا پیش کرنے یا رسمی خاطر تواضع کا نام نہیں بلکہ یہ دلوں کو جوڑنے والا سب سے طاقتور عمل ہے۔ نفرت کو محبت میں، مخاصمت کو الفت میں، مخالفت کو موافقت میں اور دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے کے لیے مہمان نوازی تیر بہدف نسخہ ہے۔ ایک مخلصانہ استقبال، چند محبت بھرے جملے اور خلوص کے ساتھ بچھایا گیا دسترخوان وہ کام کر دکھاتا ہے جو بڑے بڑے خطبے اور لمبی لمبی تقریریں بھی نہیں کر سکتیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مہمان نوازی نے نہ صرف اجنبیوں کو اپنا بنایا بلکہ سخت دشمنیوں کو بھی ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بعض اوقات ایک پیالہ پانی، ایک کپ چائے یا ایک سادہ سا کھانا انسان کے دل کی دنیا بدل دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مہمان نوازی دشمن کے دل میں بھی نرمی پیدا کرتی ہے۔ یہ سخت مزاج انسان کو رحم دلی کی طرف مائل کرتی ہے اور نفرت کی آگ کو محبت کی ٹھنڈک میں بدل دیتی ہے۔ جو دل سخت گفتگو سے نہیں پگھلتے، وہ بعض اوقات خلوص بھرے رویّے سے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حسنِ اخلاق اور اکرامِ ضیف کو معاشرتی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ" یعنی جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

غور کیجیے! یہاں مہمان نوازی کو ایمان کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ مہمان کی عزت صرف ایک سماجی رسم نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ اور ایمانی صفت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ آج ہم دین کے ظاہری مظاہر پر تو بہت زور دیتے ہیں مگر اخلاقیات کے ان بنیادی اصولوں کو فراموش کرتے جا رہے ہیں جن پر اسلام کی اصل روح قائم ہے۔

اسلام کی تاریخ مہمان نوازی کے بے شمار روشن واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب مہمان ان کے گھر آئے تو فوراً ان کے لیے بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ قرآن نے اس واقعے کو صرف ایک تاریخی قصہ کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ اس کے ذریعے امت کو یہ سبق دیا کہ مہمان کی عزت انبیاء کی سنت ہے۔

اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ایثار اور مہمان نوازی کی عظیم مثالوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بعض اوقات ان کے اپنے گھروں میں کھانے کے لیے بہت کم ہوتا تھا، مگر پھر بھی وہ مہمان کو خود پر ترجیح دیتے تھے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"

یعنی وہ اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

آج ذرا ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں۔ کیا واقعی ہمارے گھروں میں وہ اسلامی روح باقی ہے؟ کیا ہمارے بچے مہمان کی آمد پر خوش ہوتے ہیں یا پریشان؟ کیا ہم نے اپنے گھروں کو محبت کا مرکز بنایا ہے یا صرف آرام گاہ؟ کیا ہمارے دسترخوان دوسروں کے لیے کھلے ہیں یا صرف اپنے لیے مخصوص ہیں؟ یہ حقیقت ہے کہ مہمان نوازی صرف کھانا کھلانے کا نام نہیں۔ کبھی ایک مسکراہٹ، کبھی ایک گلاس پانی، کبھی محبت بھرے دو جملے بھی انسان کے دل کو جیت لیتے ہیں۔ بعض غریب لوگ اپنی محدود حیثیت کے باوجود ایسا خلوص پیش کرتے ہیں کہ انسان ان کے گھر سے محبت لے کر واپس آتا ہے، جبکہ بعض مالدار لوگ اپنی بے رخی سے اپنے عالی شان گھروں کو قبرستان بنا دیتے ہیں۔

بدقسمتی سے موجودہ زمانے میں مادّہ پرستی نے انسان کو خود غرض بنا دیا ہے۔ لوگ اپنے آرام، اپنی مصروفیات اور اپنی دنیا میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ اب رشتوں کی حرارت کم ہوتی جا رہی ہے۔ موبائل فون نے لوگوں کو قریب ضرور کر دیا ہے، مگر دلوں کو دور کر دیا ہے۔ پہلے لوگ گھنٹوں بیٹھ کر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے تھے، آج چند لمحوں کی ملاقات بھی لوگوں کو بوجھ محسوس ہوتی ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص ہمارے گھر سے یہ احساس لے کر جائے کہ یہاں میری کوئی قدر نہیں، تو اس کے دل پر کیا اثر ہوگا؟ کتنے لوگ ایسے ہیں جو خاموشی سے واپس لوٹ جاتے ہیں مگر ان کے دل اندر سے ٹوٹ چکے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انسان کی بے توجہی دوسرے کے دل پر ایسا زخم لگا دیتی ہے جو برسوں نہیں بھرتا۔

متنبی کا یہ قول دراصل ہمارے معاشرے کے لیے ایک زبردست تنبیہ ہے۔ وہ ہمیں جھنجھوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ اگر تمہارے دل میں دوسروں کے لیے محبت نہیں، اگر تمہارے گھر میں مہمان کے لیے جگہ نہیں، اگر تمہارے دسترخوان پر دوسروں کا حق نہیں، تو پھر تمہاری زندگی صرف سانس لینے کا نام ہے، حقیقی زندگی نہیں۔

آج ہمیں اپنے گھروں کو دوبارہ محبت کا مرکز بنانا ہوگا۔ ہمیں اپنے بچوں کو سکھانا ہوگا کہ مہمان بوجھ نہیں بلکہ رحمت ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے اندر سخاوت پیدا کرنی ہوگی۔ ہمیں اپنے دلوں کو کشادہ کرنا ہوگا۔

کیونکہ زندہ معاشرے وہی ہوتے ہیں جہاں لوگ ایک دوسرے کے لیے جیتے ہیں، ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹتے ہیں۔

یاد رکھیے! مہمان نوازی دولت سے نہیں بلکہ دل سے ہوتی ہے۔ ایک غریب انسان بھی اپنے خلوص سے دل جیت سکتا ہے، جبکہ ایک امیر شخص اپنی بے حسی سے خود کو "مردہ" ثابت کر سکتا ہے۔ اصل چیز مال نہیں بلکہ محبت ہے، اور اصل دولت انسانیت ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے رویّوں پر غور کریں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری بے رخی، ہماری سرد مہری اور ہماری خود غرضی نے ہمارے دلوں کو مردہ کر دیا ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ظاہری طور پر زندہ ہوں مگر ہمارے اندر انسانیت کی روح مر چکی ہو؟

اگر ہم واقعی ایک خوبصورت، مضبوط اور اسلامی معاشرہ چاہتے ہیں تو ہمیں مہمان نوازی کی اس عظیم سنت کو دوبارہ زندہ کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے گھروں کے دروازے بھی کھولنے ہوں گے اور اپنے دلوں کے دروازے بھی۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ زندہ وہی انسان ہے جو دوسروں کے لیے جیتا ہے، دوسروں کو خوشی دیتا ہے، اور اپنے وجود سے محبت بانٹتا ہے۔

اور شاید اسی حقیقت کو متنبی نے ایک مختصر مگر لازوال جملے میں سمو دیا تھا:

"لو زرتَ شخصًا ولم یُطعِمكَ شیئًا فإنما زرتَ میتًا"

زائرانِ حرم کے نام*

خدا کرے کہ تجھے ذوقِ آشنائی ملے
"قبول حج ہے ترا" تجھ کو یہ سنائی ملے

مگر یہ شرط ہے لازم اے زائرانِ حرم
رفث، فسوق سے تجھ کو اگر رہائی ملے

تجھے جدال سے بچنا ہے اور قتال سے بھی
کہ تیری روح میں پاکیزگی، صفائی ملے

خوشا نصیب کہ تو چل پڑا ہے سوئے حرم
قدم قدم پہ تجھے رب کی رہنمائی ملے

چمٹ کے خانۂ کعبہ سے یوں دعا کرنا
مرے خدا مجھے کونین کی بھلائی ملے

کبھی صفا کبھی مروہ کے کوہ پر آکر
دعا یہ ہو کہ مجھے رازِ مصطفائی ملے

مرا سلام بصد احترام کہہ دینا
کبھی جو گنبد خضراء اگر دکھائی ملے

ہو ایسا سجدہ کہ سجدے بھی اس پہ نازاں ہوں
تجھے بھی ندوی اک ایسی جبین سائی ملے

عبد السبحان ندوی
9831452849

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

مدارسِ دینیہ کی اہمیت اور ان کے خلاف پروپیگنڈا

از: محمد شمیم احمد نوری مصباحی
خادم: دارالعلوم انوار مصطفیٰ
سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)

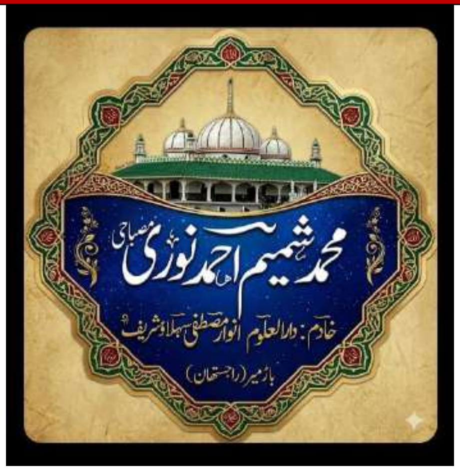

آج کا دور فکری انتشار، تہذیبی یلغار اور دینی بے حسی کا دور ہے، جہاں حق و باطل کی تمیز مٹانے کی منظم کوششیں جاری ہیں۔ ایسے نازک ماحول میں کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جو خاموشی کے ساتھ ایمان کی حفاظت، علمِ دین کی اشاعت اور اخلاقی قدروں کی بقا کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہی وہ مقدس مراکز ہیں جنہیں ہم "مدارسِ دینیہ" کے نام سے جانتے ہیں۔ مگر المیہ یہ ہے کہ انہی اداروں کو آج شکوک و شبہات کا نشانہ بنا کر ان کی افادیت کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مدارسِ دینیہ: دین کے محافظ

مدارسِ دینیہ صرف تعلیمی ادارے نہیں بلکہ روحانی، فکری اور تہذیبی مراکز ہیں، جہاں قرآن مجید کی تعلیم و تعلم و تلاوت ہوتی ہے...
احادیثِ نبویہ ﷺ کا درس دیا جاتا ہے...
فقہ و شریعت کی باریکیاں سکھائی جاتی ہیں...
اخلاق و کردار کی تعمیر کی جاتی ہے...

یہی وہ ادارے ہیں جنہوں نے ہر دور میں اسلام کی اصل روح کو محفوظ رکھا۔ جب جب دین پر آزمائش آئی، انہی مدارس نے ایسے علماء پیدا کیے جنہوں نے امت کی رہنمائی کی اور فتنوں کا مقابلہ کیا۔

بزرگانِ دین نے بجا فرمایا ہے کہ "علمِ دین کی حفاظت ہی اصل کامیابی ہے"

اور یہ حقیقت مدارسِ دینیہ کی خدمات سے پوری طرح ظاہر و باہر اور آشکار ہے۔

ہندوستان میں مدارسِ دینیہ کا کردار: تعمیرِ قوم و ملت

ہندوستان کی سرزمین مدارسِ دینیہ واسلامیہ کی خدمات سے کبھی خالی نہیں رہی۔ یہ ادارے صرف دینی تعلیم تک محدود نہیں بلکہ ملک کی سماجی، اخلاقی اور تہذیبی تعمیر میں بھی نمایاں کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

مدارس نے عوام میں اخلاق، دیانت، صبر اور رواداری جیسی اعلیٰ قدروں کو فروغ دیا، جو کسی بھی مضبوط قوم کی بنیاد ہوتی ہیں۔

ملک کے طول و عرض میں ہزاروں مدارس ایسے ہیں جو مفت یا نہایت کم خرچ پر تعلیم فراہم کرتے ہیں، جس سے غریب اور پسماندہ طبقے کو تعلیم کے حصول کے مواقع ملتے ہیں۔

مدارس کے فارغین نہ صرف مساجد و دینی اداروں میں خدمات انجام دیتے ہیں بلکہ معاشرے میں امن، بھائی چارہ اور مذہبی ہم آہنگی کے سفیر بھی بنتے ہیں۔

اسی کے ساتھ ایک اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ اکثر مدارسِ دینیہ میں جہاں دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے وہیں ضروری عصری تعلیم کا بھی معقول نظم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے مدارس کے فارغ التحصیل علماء نہ صرف دینی میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں بلکہ عصری دانشگاہوں میں بھی اپنا پرچم لہراتے ہوئے مختلف عصری شعبوں میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہو کر قوم و ملت اور ملک کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہم آہنگی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مدارس کا نظام محض محدود نہیں بلکہ وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے ایک متوازن اور مثبت کردار ادا کر رہا ہے۔

یہ حقیقت بھی قابلِ توجہ ہے کہ ہندوستان میں لاکھوں افراد چاہے وہ براہِ راست مدارس سے وابستہ ہوں یا نہ ہوں ان اداروں سے محبت، عقیدت اور تعاون کا رشتہ رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کے ذریعے مدارس کی کفالت دراصل عوام کی دینی وابستگی اور اعتماد کا واضح ثبوت ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدارس صرف "تعلیمی ادارے" نہیں بلکہ عوامی تعاون سے چلنے والی ایک زندہ تحریک ہیں، جو قوم و ملت کے باطن کو سنوار رہی ہے۔

مدارس کے خلاف پروپیگنڈا: حقیقت یا فریب؟

آج مختلف ذرائع ابلاغ اور فکری حلقوں میں مدارس کے خلاف کئی اعتراضات اٹھائے جارہے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

(1) مدارس کو پسماندگی کی علامت قرار دینا:

یہ کہا جاتا ہے کہ مدارس جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، اس لیے یہ ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مدارس کا مقصد دنیاوی دوڑ نہیں بلکہ دین کی بقا اور اخلاق کی تعمیر ہے۔ ہر ادارہ اپنے مقصد کے مطابق کامیاب ہوتا ہے، اور مدارس اپنے اصل ہدف میں کامیاب ہیں۔

(2) انتہا پسندی کا بے بنیاد الزام:

مدارس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ شدت پسندی کو فروغ دیتے ہیں حالانکہ
حقیقت حال یہ ہے کہ
مدارس امن، اعتدال اور محبت کا درس دیتے ہیں۔
یہاں دیگر فنون کے ساتھ سیرتِ نبوی ﷺ پڑھائی جاتی ہے جو سراسر رحمت، برداشت اور انسانیت کا پیغام ہے۔

(3) مدارس کے فارغین کو غیر مؤثر سمجھنا:

یہ تاثر بھی دیا جاتا ہے کہ مدارس کے طلبہ معاشرے میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کرتے جب کہ
حقیقت یہ ہے کہ
مدارس کے فارغین مساجد کے امام و خطیب بنتے ہیں
دینی رہنمائی فراہم کرتے ہیں
معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتے ہیں---
عوام کے عقائد و عبادات کی حفاظت کرتے ہیں---
یہ کردار کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے ناگزیر ہے، بلکہ ایک پرامن اور بااخلاق معاشرہ انہی خدمات کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔

پروپیگنڈا کے اسباب:
مدارس کے خلاف منفی مہم کے پیچھے چند بنیادی عوامل ہیں:
دین سے دوری اور مغربی فکر کا اثر، اسلامی تشخص سے خوف، میڈیا کی یکطرفہ تصویر کشی، بعض انفرادی کمزوریوں کو پورے نظام پر تھوپ دینا۔

مدارس کی افادیت: ایک ناقابلِ تردید حقیقت اگر ہم انصاف کی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ:
مدارس نے قرآن و حدیث کی حفاظت کی---
اسلامی علوم کو نسل در نسل منتقل کیا---
امت کو فکری و روحانی رہنمائی فراہم کی---
اخلاقی اقدار کو زندہ رکھا
اور ہندوستان جیسے کثیر مذہبی معاشرے میں امن و ہم آہنگی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا---

اہلِ علم نے درست کہا ہے کہ:
"علماء کا وجود دین کی بقا کی ضمانت ہے"
اور یہی علماء مدارس کی گود میں پروان چڑھتے ہیں۔
اسی حقیقت کو نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی تقویت ملتی ہے:
"العلماء ورثة الأنبياء" (سنن ابی داؤد: ۳۶۴۱)
یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

ہماری ذمہ داریاں:

ایسے نازک وقت میں ہم سب کی چند اہم ذمہ داریاں بنتی ہیں:
صحیح تعارف عام کریں:
مدارس کی حقیقی خدمات کو لوگوں تک پہنچائیں۔
مالی و اخلاقی تعاون:
مدارس کا استحکام دراصل دین کا استحکام ہے۔
اصلاح اور بہتری کی کوشش:
جہاں کمی ہو اسے دور کیا جائے، مگر پورے نظام کو بدنام نہ کیا جائے۔
اعتدال کے ساتھ ہم آہنگی:
مدارس اپنی دینی شناخت برقرار رکھتے ہوئے محدود حد تک عصری تقاضوں کو بھی شامل کریں تا کہ ان کا اثر مزید وسیع ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ اسلام کے وہ مضبوط قلعے ہیں جنہوں نے ہر دور میں دین کی حفاظت کی ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں یہ ادارے نہ صرف دین کے محافظ ہیں بلکہ اخلاقی و سماجی استحکام کے ستون بھی ہیں۔ ان کے خلاف ہونے والا پروپیگنڈا دراصل ایک فکری یلغار ہے، جس کا مقابلہ علم، حکمت اور بصیرت سے کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

آیئے ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم مدارسِ دینیہ کے محافظ بنیں گے---
ان کے خلاف ہونے والے ہر منفی پروپیگنڈے کا حکمت کے ساتھ مدلل جواب دیں گے---
اور اس عظیم دینی نظام کو مزید مضبوط بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے---
اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو پہچاننے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مدارسِ دینیہ کو تا قیامت قائم و دائم رکھے۔
آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

تم کیا جانو باپ کیسا ہوتا ہے؟

خامہ بکف
محمد عادل ارریاوی
: 8235703061

باپ ایک ایسا عظیم اور بے مثال رشتہ ہے جس کی محبت قربانی اور شفقت کو الفاظ میں مکمل طور پر بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ باپ وہ واحد انسان ہے جو اپنی اولاد کی خاطر ہر وہ کام کرتا ہے جس سے ان کی زندگی بہتر ہو وہ ترقی کریں کامیاب ہوں اور دنیا میں سر اٹھا کر جی سکیں۔ وہ خود چاہے کتنی ہی مشکلات دکھوں اور پریشانیوں کا شکار کیوں نہ ہو لیکن اپنے بچوں کے چہرے پر خوشی دیکھنے کے لیے ہر تکلیف کو مسکرا کر برداشت کرلیتا ہے۔

اگر کبھی موقع ملے تو اپنے باپ کو کام کرتے ہوئے خاموشی سے دیکھنا تمہیں اندازہ ہو گا کہ وہ ہمارے لیے کس طرح محنت کرتا ہے۔ کیسے دن بھر پسینہ بہاتا ہے کیسے ایک ایک روپے کے لیے جدوجہد کرتا ہے کیسے اپنی خواہشات کو دبا کر ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کی ہر سوچ ہر فکر ہر دعا بس اپنی اولاد کے گرد گھومتی ہے کہ میرے بچے کامیاب ہوں آگے بڑھیں کسی کے محتاج نہ رہیں۔

اولاد کی شکل و صورت رنگ یا حالت باپ کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ چاہے بچہ کیسا بھی ہو باپ کے نزدیک وہ کسی قیمتی ہیرے سے کم نہیں ہوتا۔ باپ اکثر کم بولتا ہے اپنی محبت کا اظہار الفاظ سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے کرتا ہے۔ وہ شاید زیادہ بات نہ کرے لیکن ہر لمحہ اپنے بچوں کا خیال رکھتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے کبھی اپنے باپ سے فون پر لمبی بات نہیں کی شاید پانچ منٹ بھی نہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی وہ بغیر بتائے محسوس کر لیتے تھے۔ نہ سوال کرتے نہ شکایت بس خاموشی سے پیسے بھیج دیتے اور صرف اتنا پوچھتے بیٹا خیریت ہے نا؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟

میری امی اکثر کہا کرتی ہیں کہ باپ ہمیشہ اپنے اکاؤنٹ میں کچھ نہ کچھ پیسے بچا کر رکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ کب کس وقت کس اولاد کو ضرورت پڑ جائے۔ یہی سوچ انہیں ہر وقت محتاط اور فکر مند رکھتی ہے۔

جب بھی میں اپنے باپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لیے کتنی بے پناہ محبت رکھی ہے۔ وہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے کماتا ہے صرف اس لیے کہ اس کے بچے بھوکے نہ رہیں خوش رہیں محفوظ رہیں۔

لیکن افسوس کہ اس دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے ماں باپ کی قدر نہیں کرتے وہ انہیں اذیت دیتے ہیں ان کا خیال نہیں رکھتے انہیں بوجھ سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات انہیں گھر سے نکال دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر دل دکھتا ہے کہ آخر ان کا ضمیر کیسے مر جاتا ہے؟ وہ کیسے اپنے ہی محسنوں کو تکلیف دیتے ہیں؟ اللہ ربّ العزت ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔ ہمیں چاہیے کہ جب تک ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ ہیں ہم ان کی قدر کریں ان کی خدمت کریں ان کا احترام کریں کیونکہ جب یہ سایہ سر سے اٹھ جاتا ہے تب انسان کو شدت سے احساس ہوتا ہے کہ وہ کس نعمت سے محروم ہو گیا ہے۔ پھر کچھ لوگ اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے قبرستانوں کا رخ کرتے ہیں لیکن تب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت ہمیں اپنے ماں باپ کی قدر کرنے والا بنائے ان کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان کے لیے باعثِ راحت بنائے۔

عرس حضور اشرف العلما علیہ الرحمہ عالم اسلام کو مبارک ہو

مہوتری ضلع کی مشہور و معروف بستی نینہی شریف میں ۸/ مئی ۲۰۲۶ بروز جمعہ عرس حضور اشرف العلما علیہ الرحمہ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ جس کی سرپرستی و صدارت شہزادۂ حضور اشرف العلما، صدر العلما حضرت علامہ صدر عالم قادری تیغی مجددی فرمائیں گے، جب کہ نظامت نبیرہ حضور اشرف العلما حضرت حافظ و قاری مولانا فضل رسول قادری مصباحی تیغی فرمائیں گے۔ حضور اشرف العلما علیہ الرحمہ ملک نیپال کے اکابرین و جید مفتیان کرام میں شمار ہوتے ہیں، آپ بیک وقت ایک بہترین فقیہ، اچھے شاعر، عمدہ خطیب و مدرس ہونے کے ساتھ کثیر کتب کے مصنف بھی تھے، بلکہ یوں کہے کہ آپ نیپال کے مصنفین میں سب سے اعلی مقام رکھتے ہیں۔

محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی: نائب ایڈیٹر نیپاک اردو ٹائمز

اُردو صحافت کا گوہر نایاب ڈاکٹر محمد گوہر

تحریر: یوسف شمسی
رابطہ:
۹۱۶۲۲۱۶۵۶۰

کبھی کبھی وقت کی رفتار میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب کوئی خبر محض اطلاع نہیں رہتی بلکہ دلوں پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتی ہے، اور انسان کو یہ احساس دلا جاتی ہے کہ کچھ شخصیات کا بچھڑ جانا دراصل ایک پورے عہد کے سمٹ جانے کے مترادف ہوتا ہے۔

ایسی ہی ایک دلگداز خبر نے اردو صحافت کے حلقوں کو سوگوار کر دیا جب محترم محمد گوہر صاحب کے انتقال کی خبر عام ہوئی۔

اردو صحافت کی دنیا میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو محض اپنے عہد تک محدود نہیں رہتیں بلکہ اپنی فکر، کردار اور خدمات کے ذریعے ایک مستقل حوالہ بن جاتی ہیں۔ محمد گوہر صاحب بھی انہی باوقار اور باکمال شخصیات میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی قلم کی حرمت، سچائی کی پاسداری اور معاشرتی شعور کی بیداری کے لیے وقف کر دی۔ وہ صحافت کو ایک مقدس فریضہ سمجھتے تھے اور اس کی پاسداری میں کبھی مصلحت یا ذاتی مفاد کو حائل نہیں ہونے دیا۔

محمد گوہر صاحب کی شخصیت سادگی، وقار اور متانت کا حسین امتزاج تھی۔ وہ کم گو مگر باا‌ثر انسان تھے۔ ان کی گفتگو میں ٹھہراؤ، لہجے میں شائستگی اور انداز میں ایک خاص کشش تھی جو سننے والے کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی تھی۔ وہ نہایت سنجیدہ طبیعت کے حامل تھے، مگر جہاں ضرورت ہوتی وہاں نرم مزاجی اور شفقت کا پہلو بھی نمایاں ہو جاتا تھا۔ ان کے اندر ایک رہبر کی سی بصیرت اور ایک استاد کی سی شفقت پائی جاتی تھی۔

انہوں نے نہایت کم وقت میں اپنی ایک الگ اور نمایاں پہچان قائم کر لی تھی، جو ان کی غیر معمولی صلاحیتوں، محنت اور اخلاص کا واضح ثبوت ہے۔ عام طور پر ایسی پہچان بنانے میں برسوں لگ جاتے ہیں، مگر انہوں نے اپنی لگن، دیانت اور پیشہ ورانہ مہارت کے ذریعے بہت ہی مختصر عرصے میں صحافتی دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام پیدا کر لیا۔ ان کی ادارت میں شائع ہونے والی تحریریں نہ صرف معلوماتی ہوتیں بلکہ فکری رہنمائی کا ذریعہ بھی بنتیں۔ ان کی شخصیت کا ایک نہایت روشن اور قابلِ تحسین پہلو یہ بھی تھا کہ وہ بے شمار ملی اداروں اور ضرورت مند افراد کی خاموشی سے مدد کیا کرتے تھے۔ وہ نمود و نمائش سے کوسوں دور رہ کر خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کے دستِ تعاون سے فائدہ اٹھایا، مگر وہ خود کبھی اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ یہی خاموشی ان کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

صحافتی میدان میں ان کی خدمات نہایت نمایاں اور دیرپا ہیں۔ انہوں نے صحافت کو کبھی ذاتی مفاد یا محض شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اسے ایک امانت سمجھ کر نبھایا۔ ان کی تحریروں میں حق گوئی، توازن، سنجیدگی اور گہرائی نمایاں ہوتی تھی۔ وہ ہر موضوع کو باریک بینی سے سمجھ کر پیش کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کا قلم قارئین کے لیے اعتماد اور اعتبار کی علامت بن چکا تھا۔

بطور چیف ایڈیٹر روزنامہ تاثیر، محمد گوہر صاحب نے ادارتی ذمہ داریوں کو نہایت دیانت داری اور بصیرت کے ساتھ انجام دیا۔ ان کی قیادت میں اخبار نے نہ صرف معیاری صحافت کو فروغ دیا بلکہ سماجی اور ملی مسائل کو بھی بھرپور انداز میں اجاگر کیا۔ وہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی رہنمائی سے کئی نوجوان قلمکاروں نے اپنی شناخت قائم کی، جو آج بھی ان کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

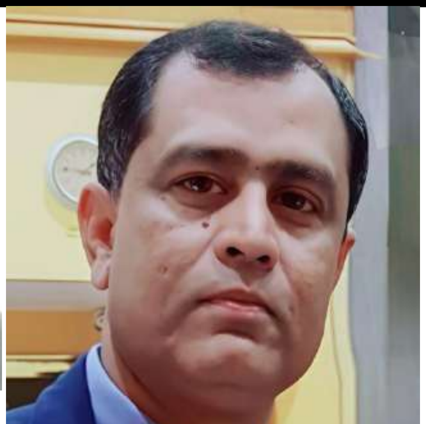

ذاتی حوالے سے ان کی شفقت آمیز نظر ہمیشہ یادوں کا حصہ رہے گی۔ محترم گوہر بھائی میری تحریروں کو جس سلیقے اور محبت سے اپنے اخبار میں جگہ دیتے تھے، وہ میرے لیے باعثِ حوصلہ اور سرمایۂ افتخار ہے۔ ان کا یوں رخصت ہو جانا گویا ایک عہد کا ورق پلٹ جانا ہے۔ ان کی کمی دیر تک محسوس کی جاتی رہے گی اور ان کی یادیں دلوں میں چراغ کی مانند روشن رہیں گی۔

ذاتی زندگی میں وہ ایک نہایت مخلص، ہمدرد اور خلوص سے بھرپور انسان تھے۔ ان کا دروازہ ہمیشہ دوستوں، ساتھیوں اور لکھنے والوں کے لیے کھلا رہتا تھا۔ ان کی مسکراہٹ، ان کا خلوص اور ان کا بے لوث رویہ ہر ملنے والے کے دل میں گھر کر جاتا تھا۔ وہ اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کے لیے ایک مثال تھے۔

محمد گوہر صاحب کی زندگی اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ اصولوں پر قائم رہنے والے افراد وقتی طور پر شاید مشکلات کا سامنا کرتے ہیں، مگر تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ عزت و وقار کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ انہوں نے جس جرات کے ساتھ حقائق کو بیان کیا اور جس ثابت قدمی کے ساتھ اپنے نظریات پر قائم رہے، وہ آج کے دور میں ایک روشن مثال ہے۔ ان کی صحافت میں نہ صرف خبروں کی ترسیل تھی بلکہ ایک دردِ دل، ایک فکری بصیرت اور ایک اصلاحی جذبہ بھی شامل تھا، جو قاری کے دل و دماغ پر دیرپا اثر چھوڑتا تھا۔

افسوس کہ اتنی کم عمری میں ان کا دنیا سے رخصت ہو جانا ایک ایسا سانحہ ہے جس نے ہر ذی شعور دل کو غمزدہ کر دیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک روشن چراغ وقت سے پہلے ہی بجھ گیا ہو، اور ایک بھرپور عہد اپنی تکمیل سے قبل ہی اختتام پذیر ہو گیا ہو۔ ان کی وفات نے اردو صحافت میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسے پُر کرنا آسان نہیں ہو گا۔

تاہم حقیقت یہ ہے کہ عظیم شخصیات اپنے افکار، کردار اور خدمات کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ محمد گوہر صاحب بھی اپنی تحریروں، اپنی سوچ اور اپنی دیانتدار صحافت کے ذریعے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کی زندگی آنے والی نسلوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ہے، جو انہیں سچائی، دیانت اور خلوص کے راستے پر گامزن ہونے کا سبق دیتی رہے گی۔

یوں تو وقت کے ساتھ بہت سی آوازیں مدھم پڑ جاتی ہیں، مگر کچھ صدائیں ایسی ہوتی ہیں جو زمانے کی گرد سے بھی دھندلا نہیں پاتیں۔ محمد گوہر صاحب کی آواز بھی انہی میں سے ایک تھی۔ ان کی تحریریں، ان کے افکار اور ان کا اسلوبِ صحافت ہمیشہ زندہ رہے گا اور اہلِ قلم کے لیے ایک معیار کا درجہ رکھے گا۔

نعت رسول ﷺ

بلال احمد برکاتی

شہر طیبہ کی عجب ہے دل کشی سب سے الگ
آمنہ کے چاند کی ہے چاندنی سب سے الگ

یوں تو ہے سرکار کی توصیف میں کافی گروپ
بزم رفیقاں کی ہے یار و شاعری سب سے الگ

یوں تو آئے رہبری کے واسطے سارے نبی
یا نبی جی آپ کی ہے رہبری سب سے الگ

اہل ایماں کا ہے مرکز خانۂ کعبہ مگر
پر در سرکار کی ہے چاشنی سب سے الگ

حکم ہو سرکار کا تو کود جائیں بحر میں
عاشق سرکار کی ہے عاشقی سب سے الگ

سورج پلٹے اور قمر کے ہو گئے ٹکڑے بلال
کیونکہ ہے پیارے نبی کی حاکمی سب سے الگ

بلال برکاتی نیپالی

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

عصری تقاضے اور مدارس کی تعلیم

ابوالخالد
محمد اظہر الدین علیمی*
دارالعلوم حسینیہ نظامیہ رضانگر بھٹنڈی جموں

آج کے دور میں مدارس کی تعلیم کے بارے میں یہ سوال بہت اہم ہوگیا ہے کہ کیا پرانا طرزِ تعلیم ہی کافی ہے یا وقت کے تقاضوں کے مطابق اس میں تبدیلی ضروری ہے۔ یہ ایک حساس اور سنجیدہ موضوع ہے، جس پر جذبات کے بجائے حکمت، توازن اور دور اندیشی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مدارس کی بنیاد اور اصل مقصد کیا ہے۔ مدارس کا بنیادی کام دینِ اسلام کی تعلیم دینا، قرآن و حدیث، فقہ، عقائد اور اسلامی تہذیب کی حفاظت کرنا ہے۔ صدیوں سے یہی نظام امت کے لیے علماء، مفتیانِ کرام اور مصلحین تیار کرتا رہا ہے۔ پرانے طرزِ تعلیم، جسے عموماً درسِ نظامی کہا جاتا ہے، نے بے شمار عظیم شخصیات پیدا کیں جنہوں نے دین کی خدمت کی۔ اس اعتبار سے یہ نظام اپنی اصل میں نہایت مضبوط، مفید اور بابرکت ہے، اور اسے یکسر چھوڑ دینا یا اس کی اہمیت کم کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔

لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زمانہ بدل چکا ہے۔ آج کی دنیا سائنس، ٹیکنالوجی، معاشیات، اور عالمی رابطوں کی دنیا ہے۔ لوگوں کے سوالات بدل گئے ہیں، معاشرتی مسائل کی نوعیت بدل گئی ہے، اور دین کے خلاف اٹھنے والے شبہات بھی پہلے جیسے نہیں رہے۔ ایسے میں اگر ایک عالمِ دین صرف قدیم علوم تک محدود رہے اور جدید تقاضوں سے بالکل ناواقف ہو، تو وہ معاشرے کی مکمل رہنمائی کرنے میں مشکل محسوس کر سکتا ہے۔

یہاں اصل بات توازن کی ہے، نہ کہ ٹکراؤ کی۔ پرانا نظام غلط نہیں ہے، بلکہ اس میں جان ہے؛ لیکن اس کے ساتھ کچھ ضروری اضافے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ اگر مدارس میں بنیادی دینی علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان، ریاضی، سائنس، کمپیوٹر، اور موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق مضامین شامل کر دیے جائیں، تو اس سے طلبہ کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا، نہ کہ کمی۔

انگریزی زبان سیکھنے سے طلبہ دنیا بھر کے علمی مواد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور اسلام کا پیغام عالمی سطح پر بہتر انداز میں پہنچا سکتے ہیں۔ ریاضی اور سائنس سے ذہنی تربیت ہوتی ہے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کی تعلیم سے دعوت و تبلیغ کے نئے راستے کھلتے ہیں۔ اس طرح ایک عالمِ دین نہ صرف مسجد اور مدرسہ تک محدود رہتا ہے بلکہ سوسائٹی کے ہر طبقے تک مؤثر انداز میں پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تبدیلی کا مطلب بنیادوں کو ختم کرنا نہیں ہوتا۔ اگر تبدیلی اس انداز میں کی جائے کہ قرآن، حدیث، فقہ اور عربی علوم کی اہمیت کم ہو جائے، تو یہ نقصان دہ ہوگا۔ لیکن اگر جدید مضامین کو اس طرح شامل کیا جائے کہ وہ دینی تعلیم کے معاون بنیں، تو یہ ایک بہترین اور متوازن نظام بن سکتا ہے۔

بعض لوگ یہ خدشہ ظاہر کرتے ہیں کہ جدید تعلیم شامل کرنے سے طلبہ دنیا داری کی طرف مائل ہو جائیں گے اور دین سے دور ہو جائیں گے۔ یہ خدشہ اپنی جگہ، لیکن اس کا حل یہ نہیں کہ ہم جدید علوم سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لیں، بلکہ اصل حل یہ ہے کہ تربیت کو مضبوط بنایا جائے۔ اگر عقیدہ مضبوط ہو، نیت درست ہو اور اساتذہ کی نگرانی ہو، تو جدید علوم نقصان کے بجائے فائدہ ہی دیں گے۔

آج امت کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو ایک طرف قرآن و سنت کے گہرے عالم ہوں اور دوسری طرف جدید دنیا کے مسائل کو بھی سمجھتے ہوں۔ جو نوجوانوں کے سوالات کا جواب ان کی زبان میں دے سکیں، جو سوشل میڈیا، یونیورسٹیوں اور عالمی فورمز پر اسلام کا مؤثر دفاع کر سکیں۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب مدارس اپنے نظام میں حکمت کے ساتھ مناسب وسعت پیدا کریں۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پرانا طرزِ تعلیم اپنی جگہ بالکل درست اور قیمتی ہے، لیکن زمانے کے اعتبار سے اس میں کچھ مفید اور ضروری تبدیلیاں کرنا بھی ناگزیر ہے۔ بہترین راستہ یہی ہے کہ دینی بنیاد کو مضبوط رکھتے ہوئے جدید علوم کو معاون حیثیت سے شامل کیا جائے، تاکہ ایسے علماء تیار ہوں جو دین اور دنیا دونوں میں امت کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

امام صاحب! اگر دوکان بند کر دیں تو ہم لوگ تنخواہ بڑھا دیں گے

آصف جمیل امجدی

چار مئی دو ہزار چھبیس کی رات تقریباً ساڑھے دس بجے میرے ایک شاگرد کا فون آیا۔ وہ کانپور اور اناؤ کے درمیان کسی علاقے میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کافی عرصے بعد گفتگو ہو رہی تھی اس لیے باتیں بھی طویل ہوتی چلی گئیں۔ حالاتِ زندگی۔۔۔۔۔۔ذمہ داریاں۔۔۔۔۔۔گھریلو پریشانیاں۔۔۔۔۔اور زمانے کی سختیاں۔۔۔۔۔سبھی موضوعات زیرِ گفتگو آئے۔ اُن کی باتوں میں ایک عجیب تھکن تھی ایسی تھکن جو صرف جسم کی نہیں بلکہ حالات سے لڑتے لڑتے روح پر اُتر آتی ہے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اچانک انہوں نے اپنے ایک دوست کا ذکر چھیڑا جو ایک گاؤں کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ کہنے لگے "حضرت! اُن کی تنخواہ صرف چھ ہزار روپے ہے۔" یہ جملہ سنتے ہی دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

آج کے اس مہنگائی بھرے دور میں جہاں ایک معمولی مزدور بھی اس سے زیادہ کما لیتا ہے وہاں ایک امام۔۔۔۔۔جو دین کی خدمت کرتا ہے قوم کی رہنمائی کرتا ہے بچوں کو قرآن سکھاتا ہے پانچ وقت لوگوں کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کی دعوت دیتا ہے... اُس کی پوری ماہانہ تنخواہ صرف چھ ہزار روپے! سوچیے...! چھ ہزار میں آخر کیا آتا ہے؟

گھر کا راشن؟ بچوں کی تعلیم؟

دوائیں؟ کپڑے؟ یا بجلی کا بل؟

زندگی تو شاید اب چھ ہزار میں چند دن بھی نہ گزرے۔

مجبور ہو کر اُس امام صاحب نے مسجد کے اوقات کے علاوہ ایک چھوٹی سی دوکان کھول لی۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے بچوں کی ضروریات پوری ہو جائیں اور عزت کے ساتھ دو وقت کی روٹی میسر آجائے۔

یہ خودداری تھی...

محنت تھی...

حلال روزی کی ایک خاموش کوشش تھی۔

مگر افسوس کہ کچھ لوگوں کو امام کی یہ خودداری بھی برداشت نہ ہوئی۔ مسجد کمیٹی کے چند افراد نے ایک دن امام صاحب کو بلایا اور بڑی ہمدردی کے ساتھ کہا: "امام صاحب! اگر آپ دوکان بند کر دیں تو ہم لوگ آپ کی تنخواہ بڑھا دیں گے۔"

امام صاحب نے اُن کی بات پر یقین کر لیا۔

انہوں نے سوچا شاید اب حالات بہتر ہو جائیں گے۔ شاید کمیٹی کو اُن کی پریشانی کا احساس ہو گیا ہے۔ شاید اب اُنہیں عزت کے ساتھ جینے کا حق مل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی چھوٹی سی دوکان بند کر دی۔ لیکن... یہ صرف ایک وعدہ تھا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

دن گزرتے گئے۔۔۔۔۔۔۔ہفتے بیت گئے۔۔۔۔۔۔۔۔مہینے بدل گئے۔۔۔۔۔۔

مگر تنخواہ نہ بڑھی۔ دوکان پہلے ہی بند ہو چکی تھی اب امید بھی دم توڑنے لگی۔ یہ واقعہ صرف ایک فرد کی کہانی نہیں بلکہ ہمارے معاشرے کے اُس تلخ رویے کی تصویر ہے جہاں ہم امام سے تو اخلاص۔۔۔۔۔۔۔تقویٰ۔۔۔۔۔۔۔قربانی اور خدمت کی توقع رکھتے ہیں مگر اُس کی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ امام ہر وقت مسجد میں موجود رہے۔۔۔۔۔۔۔۔ہر خوشی اور غم میں شریک ہو۔۔۔۔۔۔۔۔بچوں کو پڑھائے۔۔۔۔بڑوں کی اصلاح کرے۔۔۔۔۔۔۔مگر جب اُس کی اپنی زندگی مشکلات میں گھِر جائے تو ہم نظریں چرا لیتے ہیں۔

کتنا عجیب المیہ ہے کہ جس شخص کی آواز پر ہم نماز کے لیے دوڑتے ہیں اُس کے اپنے گھر میں کبھی فاقے کی نوبت آ جاتی ہے۔

جس کے پیچھے کھڑے ہو کر ہم سکون پاتے ہیں وہ خود بے سکونی کی زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ جس امام کے ایک ایک لفظ سے ہم دین سیکھتے ہیں اُس کے بچوں کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔

آخر کیوں...؟

کیا امام صرف مسجد کی محراب تک محدود ایک مشین کا نام ہے؟

کیا اُس کے جذبات نہیں؟

کیا اُس کے بچے نہیں؟

کیا اُسے عزت کے ساتھ جینے کا حق نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ قوموں کا اخلاق اُس وقت کھل کر سامنے آتا ہے جب وہ اپنے علماء۔۔۔۔۔اساتذہ۔۔۔۔۔۔اور ائمہ کے ساتھ برتاؤ کرتی ہیں۔ اگر یہ طبقہ معاشی تنگی بے قدری اور جھوٹے وعدوں کا شکار ہوگا تو معاشرے کی روح کمزور ہو جائے گی۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ائمہ کو صرف دعاؤں کا نہیں بلکہ انصاف کا حق بھی دیں۔ اُنہیں اتنی تنخواہ ضرور ملنی چاہیے کہ وہ عزت کے ساتھ زندگی گزار سکیں بغیر کسی ذلت اور مجبوری کے۔ کیونکہ محراب میں کھڑا شخص بھی آخر ایک انسان ہے...

اور انسان صرف احترام سے نہیں انصاف سے زندہ رہتا ہے۔

www.nepalurdutimes.com

انسانی نفس کے تین اقسام (قرآن کی روشنی میں)

ماجد مجید
کشمیر یونیورسٹی سرینگر۔

نفس عربی زبان کا لفظ ہے اس کے بہت سے معنی ہیں مثلاً۔ روح، ذات، جان، اصل شے، لب لباب، وجود، ہستی، حقیقت، اصلیت، وغیرہ وغیرہ۔ انسانی نفس یا انسانی روح کا تعلق عالم امر سے ہے انسان کو اس کے متعلق تھوڑا سا علم دیا گیا ہے (سورہ اسرا۔ ۸۵) روح عالم ارواح میں آدم کے ہیولا میں پھونکی گئی ہے اور فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدے میں گر پڑنے کا حکم ہوا سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا حقیقت میں فرشتوں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا بلکہ روح کو پہچان کر سجدے میں گر پڑے جبکہ ابلیس روح پہچاننے سے محروم رہا اور تا قیام قیامت دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا ہے ہر انسانی روح عالم ارواح میں اللہ سے عہد کر کے دنیا میں اپنی مستعار زندگی آزمائش کے طور گزارنے آئی ہے یہاں آکر انسانی روح یا نفس تین حصوں میں بٹ گیا (۱) نفس امارہ =- وہ نفس جو بدی کی طرف رغبت دلائے۔ سرکش، ظالم اور بری بات کا حکم دینے والا ہو۔ قرآن میں (سورہ یوسف ۵۳) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے (اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتی (انسان کا) نفس تو برائی کا حکم دیتا ہے) عزیز مصر کی بیوی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی اور یوسف علیہ السلام کو جیل ہوئی پھر بادشاہ وقت کے خواب دیکھنے پر یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہائی ملی اور یوسف

علیہ السلام کے شرط پر عزیز مصر کی بیوی نے اپنا جرم قبول کر کے اللہ نے قرآن میں مذکورہ بالا آیت میں نفس امارہ کا ذکر فرمایا۔ (۲) نفس لوامہ =- وہ نفس جو سخت ملامت کرنے والا ہو، جو انسان کو برے کام کرنے پر ملامت کرتی ہے قرآن میں (سورہ القیامہ آیت ۲) میں اس کا ذکر ہے اس سے مراد انسان کا وہ نفس ہے جسے ہم عرف عام میں ضمیر کہتے ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی مسلمان، کافر یا دہریہ انکار نہیں کر سکتا "میرا ضمیر۔ مجھے ملامت کر رہا ہے ، my conscience is biting me. سوچنے کی بات ہے کہ کوئی غلط یا برا کام کریں تو اندر ہی اندر دل و دماغ میں چبھن پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ نیند بھی اڑ جاتی ہے ہر انسان کو اس کے اچھے برے اعمال کی پوری پوری جزا یا سزا دینے کے لئے آخرت کا وجود میں لایا جانا ناگزیر ہے چنانچہ قیامت کی سب سے بڑی دلیل خود انسان کے اندر موجود ہے اور وہ ہے انسان کا نفس لوامہ یا اس کا ضمیر۔ (۳) نفس مطمئنہ =- انسان کا وہ نفس جو اس امتحانی زندگی میں مطمئن ہو کر یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی بندگی میں لگا رہا اور اس کے دین کے ساتھ چمٹا رہا۔ قرآن (سورہ الفجر آیت ۲۷) میں اس کا ذکر ہے۔ ایک اور مثال سے سمجھانے کی کوشش ضروری ہے۔ (۱) حق تلفی، لوٹ کھسوٹ ظلم و جبر، مار دھاڑ، فحاشی، بے حیائی، روگردانی، نفس امارہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ (۲) نفس لوامہ =- برے کام انجام دے کر پچھتانا، اندر ہی اندر بے قرار رہنا دل و دماغ میں چبھن محسوس کرنا، نادم و پشیماں ہونا، نفس لوامہ کے زمرے میں آتا ہے۔ (۳) نفس مطمئنہ =- ایک آسان مثال کسی شادی پر ڈھیر سارا کھانا اور مختلف قسم کے پکوانوں سے پیٹ بھرا ہو اس کے بعد باقی لوگوں کے لیے آپ کے سامنے کھانا پروسا جائے اور مختلف قسم کے پکوان ہوں گے کیا آپ کا دل چاہے گا اور کھانے کا، نہیں کیوں کہ آپ کا پیٹ بھرا ہوا ہے مزید کھانے کی ضرورت نہیں، کوئی جگہ خالی نہیں۔ یہی نفس مطمئنہ ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ (سورہ الواقعہ آیت ۷ سے ۱۰ آیت تک) انسانی نفس کے تینوں اقسام بیان کرتا ہے، فرماتا ہے "قیامت کے روز تم تین گروہوں میں منقسم ہو جاوگے (۱) داہنے والے، جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ جماعت حشر کے روز پیدل چلتی ہوگی۔ (۲) دوسری جماعت جو بائیں والے ہوں گے تو کیا برا حال ہوگا بائیں والوں کا وہ حشر کے روز سر کے بل چلتے ہوں گے۔ (۳) تیسری جماعت آگے نکل جانے والے ہوں گے وہ مقربین میں سے ہوں گے حشر کے روز یہ جماعت گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی سورہ کے آخر میں (آیت ۸۸ سے ۹۴ تک) نفس انسانی کے ان تین گروہوں کا ذکر یوں فرماتا ہے کہ جب موت آتی ہے (۱) اگر مرنے والا مقربین میں سے ہوگا تو اس کے لئے راحت اور سرور اور نعمتوں والی جنت ہے۔ (۲) اور اگر مرنے والا اصحاب الیمین میں سے ہوگا تو سلامتی پہونچے آپ کو اصحاب الیمین کی طرف سے یعنی اصحاب الیمین بھی عیش میں ہوں گے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ (۳) اور اگر مرنے والا جھٹلانے والوں اور گمراہوں میں سے ہوگا تو اس کی مہمان نوازی کھولتے پانی سے ہوگی اس کے بعد اسے جہنم کے اصل عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔ یہ انسانی نفس کے تین اقسام ہیں جو میں نے قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں اپنے فہم کے مطابق قلمبند کر دئے۔ ماجد مجید کشمیر یونیورسٹی سرینگر

www.nepalurdutimes.com

قربانی ایک عظیم عبادت اور اس کے تقاضے۔

ازقلم:*محمد صادق الاسلام۔اتردیناج پور مغربی بنگال۔
متعلم:(جماعت: خامسہ) دارالعلوم علیمیہ، جمداشاہی، یوپی

اسلام کی دو اہم عیدوں میں سے ایک عید "عید قربانی" ہے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو سارے عالم میں منائی جاتی ہے۔ جسے عربی میں "عید الاضحیٰ" اور اردو میں عید قربانی کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی کی عظیم یادگار ہے جسے اللہ رب العزت نے رہتی دنیا تک کے لیے شعائرِ اسلام اور ایک دائمی عبادت بنا دیا ہے۔

* قربانی ہے کیا؟:*

لفظ قربانی کی لغوی تعریف: یہ اردو زبان کا لفظ ہے جو عربی کے لفظ قربان سے ماخوذ ہے، اصل مادہ قرب ہے، قریب ہونا، یا قریب حاصل کرنا۔

* اصطلاحی میں:*

قربانی اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں خاص ایام ۱۰،۱۱،۱۲ ذوالحجہ میں مخصوص جانور کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کیا جائے۔

* قربانی کا مقصد:*

قربانی کا اصل مقصد رب العالمین کی رضا، رب کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے، اس لیے میرے بھائیو! جب بھی قربانی کرو! تو بالکل بھی اس میں دیکھاوے یا ریاکاری نہیں ہونی چاہیے بلکہ خالص اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے قربانی کرنا چاہئے گویا قرآن کی زبان میں یوں کہنا چاہیے:

" إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ " میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

* قربانی کیوں کرتے ہیں؟:*

بندہ مومن کی بندگی کی یہ معراج ہے کہ اسے جس بات کا حکم دیا جائے بلا چوں وچرا اسے بجالائے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اپنے حکم پر سر نیاز خم کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ تصور حیات ایک عام بندہ مومن کے بارے میں ہے اور جو لوگ اللہ کے محبوب اور منتخب بندے ہیں، وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ خود کو رضائے مولیٰ کے لیے تیار رکھتے ہیں، خصوصاً حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام چنانچہ ابو الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت میں مخلص پایا اور انہیں اپنا خلیل بنا لیا تو بطور آزمائش حکم دیا کہ اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو میری راہ میں قربان کرو، اللہ تعالیٰ کا حکم پاتے ہی آپ راضی برضائے الٰہی ہوگئے اور اپنے بیٹے کو راہ حق میں قربان کرنے میں کچھ دیر نہ فرمایا، رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جذبہ شکر اور ادائے بندگی کو پسند فرما کر آپ کے درجات و مراتب میں مزید بلندی عطا فرمائی اور آپ کی اس محبوب ادا کو صبح قیامت تک زندہ رکھنے کے لیے آپ کے بعد کی امتوں میں اس کا حکم باقی رکھا، قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، ایک مقام پر رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ(۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَاۚ-اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ(۱۰۵) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ(۱۰۶) وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ(۱۰۷) وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ" (کنز العرفان)

ترجمہ: اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قربانی ابو الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی محبوب یادگار ہے جو امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں باقی رکھی گئی ہے، اسی عظیم یادگار کو قائم رکھنے اور اللہ کے حکم سے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم قربانی کرتے ہیں اور صبح قیامت تک اہل ایمان قربانی کرتے رہیں گے۔

* قربانی کا شرعی حکم:*

قربانی کبھی واجب ہوتی ہے، کبھی سنت ہوتی ہے، کبھی نفل ہوتی ہے، کبھی مستحب ہوتی ہے۔

* قربانی کس پر واجب ہے؟:*

قربانی ہر وہ مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے، جو عاقل ہو، بالغ ہو، مقیم ہو، اور مالک نصاب ہو۔

* قربانی کب سنت ہوتی ہے؟:*

قربانی سنت مؤکدہ اس شخص پر ہوتی ہے، جس پر قربانی واجب نہ ہو، لیکن پھر بھی وہ قربانی کرے۔

* قربانی کب نفل ہوتی ہے؟:*

اگر کوئی شخص قربانی کی نیت سے جانور خریدے، اور وہ شرعی طور پر قربانی کا مکلف نہ ہو پھر بھی قربانی کریں۔ یا کوئی شخص اپنے مرحوم والدین یا رشتے داروں کے لے کرائے۔

* قربانی مستحب کب ہوتی ہے؟:*

اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ ہو بلکہ سنت ہو تبھی وہ رب ذوالجلال کی رضا کے لئے قربانی کرنے تب یہ عمل مستحب ہے۔

* قربانی کے فوائد و برکات:*

جب آپ کی قربانی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگی، اور خوش دلی کے ساتھ ہوگی تو پھر ایسی قربانی کی قبولیت کا عالم یہ ہوگا کہ جیسے ہی آپ کی قربانی کے جانور کا خون اس کی رگوں سے نکلے گا زمین پر گرنے سے پہلے ہی آپ کی قربانی قبول ہو چکی ہوگی سبحان اللہ! اور ایسی قربانی کا فائدہ آپ کو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا چناں چہ حدیث پاک میں آیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ بَرَاقِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ بَرَاقِهِ لَيُؤْتَى يَوْمَ الْقَامِهِ لَيُؤْتَى وَأَشْعَارِهَا وَأَخْلَافِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بمكان قبل أن يقع بِالْأَرْضِ فيطيبوا بها نفسا۔ (پیغام عید الاضحیٰ۔

بحوالہ مشکاۃ المصابح۔)

انسان بقر عید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو خون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو، یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ کے دن نیکیوں میں سب سے پیاری نیکی قربانی کرنا ہے۔ اس لیے قربانی کی اسلام مذہب میں بہت ہی زیادہ اہمیت ہے یہاں تک کہ حدیث پاک میں آیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا مَن كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مصلانا، جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

بقیہ

حاصل گفتگو: قربانی ایک عظیم الشان عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، جو ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور (ذبیح اللہ) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی اور اطاعتِ الٰہی کی یاد دلاتی ہے۔ رب ذوالجلال نے اسے امتِ محمدیہ کے لیے ایک دائمی سنت اور تقرب کا ذریعہ بنا دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الکوثر) ترجمہ: پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے نیکی کا وعدہ ہے، اور عید کے دن اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا رب ذوالجلال کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ لہٰذا ہر صاحبِ نصاب، عاقل اور بالغ مسلمان کو چاہیے کہ وہ محض نام و نمود اور دکھاوے سے بچ کر، خالص اللہ کی رضا کے لیے اس فریضے کو انجام دے۔ یہ عمل نہ صرف آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں بندے کی وفاداری کا امتحان بھی ہے۔ ہمیں اور آپ کو اس عظیم کام سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ *از قلم:* محمد صادق الاسلام۔ اتر دیناج پور مغربی بنگال۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

دورِ حاضر کے حالات اور ہماری ذمہ داریاں

ام کلثوم برکاتی خیری۔ پرنسپل جامعہ ام حبیبہ للبنات، موتی نگر جاجموٴ کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِن اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیر واماباً نفسھم (سورہ الرعد)
ترجمہ بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں

اگر ہم اپنے آپکو سدھارپن یعنی نماز کی پابندی کریں اخلاق کو درست کریں نیک نیت سے اپنے تمام کام انجام دیں تو یقینا اللہ تبارک و تعالی ہمارے پورے معاشرے کو بہتر بنادیگا

حدیث عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قالَ قالَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علم ان اللہ لاینظرُ اِلَی صُورَکُم وَاَمْوَالِکُم وَلٰکِن ینظرالی قلوبکم واعمالکم (صحیح مسلم)

ترجمہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو اصل اصلاح دل اور عمل کی ہے اگر انسان اندر سے ٹھیک ہو جائے تو معاشرہ بھی خود بخود درست ہو جائے گا۔

آج کا دور جسے ہم سائنس اور ترقی کا دور کہتے ہیں ظاہر میں بے شمار سہولتوں اور آسانیوں سے بھرا ہوا ہے لیکن حقیقت میں یہ دور کئی اعتبار سے نہایت افسوس ناک بن چکا ہے۔ انسان نے چاند تاروں تک کا سفر طے کر لیا بڑی بڑی ایجادات کرلی مگر افسوس کہ وہ اپنے دل اور کردار کو سنوارنے میں پیچھے رہ گیا آج کا انسان باہر سے جتنا روشن نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی تاریک ہوتا جارہا ہے

حیرت و افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے ترقی کا معیار صرف دنیاوی آسائشوں بنا لیا ہے، اچھا گھر، مہنگی گاڑی اور اعلیٰ ملازمت کو کامیابی سمجھ لیا ہے۔ جب کہ سچائی امانت داری حیا اور خوف خدا جیسے اوصاف کو نظر انداز کر دیا گیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ ظاہری طور پر ترقی کر رہا ہے مگر اخلاقی طور پر زوال کا شکار ہے آج جھوٹ بولنا ایک عام بات بن چکی ہے، دھوکا دینا چالاکی سمجھا جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق پامال کرنا معمول بن گیا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی کامیابی سے خوش ہونے کے بجائے حسد کرنے لگے ہیں۔ یہ تمام برائیاں اس بات کی علامت ہیں کہ ہم نے اپنے دلوں کی اصلاح کو بھلا دیا گیا ہے۔ مزید افسوس اس بات پر ہے کہ ہم نے اپنی زندگی سے دین کو نکال دیا ہے نماز جیسی اہم عبادت کو عبادت کو بوجھ سمجھا جاتا ہے، جبکہ قرآن پاک کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے حالانکہ یہی وہ ذریعہ ہے جو انسان کو صحیح راستہ دکھاتا ہے اور اس کی زندگی کو سنوارتا ہے۔ آج کے دور میں موبائل اور سوشل میڈیا نے جہاں معلومات کو عام کیا ہے وہیں بے شمار برائیوں کو بھی ابھارا ہے نوجوان نسل قیمتی ے، فضول چیزوں میں برباد کر رہی ہے بے حیائی فضول گفتگو دلوں کو سخت کر رہا ہے، والدین اور استاد کا ادب کم ہوتا جارہا ہے یہ سب حالات ہماری توجہ کے مستحق ہیں افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کی اصلاح کی فکر بہت کرتے ہیں مگر اپنی اصلاح کو بھول جاتے ہیں ہم معاشرہ کو برا کہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ معاشر ہم ہی سے ہے اگر ہر ہر فرد خود کو برا جانے اور اپنی خامیوں کو سمجھے تو معاشرہ خود بخود سنور جائے گا۔

لیکن ان تمام خرابیوں کے باوجود امید کا دروازہ بند نہیں ہوا اللہ عزو جل نے ہمیں شعور و عزت و سمجھ عطا کی ہے تا کہ ہم اپنی غلطیوں کو پہچانے اور ان کی اصلاح کریں ضرورت اس بات کی ہیں کہ ہم اپنے اندر تبدیلی لائیں اپنی زندگیوں میں سچائی ریاست دیانت داری صبر شکر اور خوب خدا کو پیدا کریں نماز کی پابندی قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور عمل کریں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر خاص توجہ دیں تاکہ وہ ایک اچھے. انسان بنے

اگر ہم واقعی اس دور کو بہتر بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی۔ ترجیحات کو بدلنا ہو گا دنیا کے ساتھ دین کو بھی اہمیت دینا ہو گا ہمیں اللہ عزوجل کے بتائے راستہ پر چلنا ہو گا

اور اسی احساس کے ساتھ ام کلثوم کہتی ہے کہ، کاش ہم سب اپنے کردار کو سنوار لیں تاکہ ہمارا معاشرہ پھر سے روشن اور اور بھلائی کا گہوارا بن جائے اور یہ دعا کرتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ہمیں دین پر قائم رکھے اور ہمارے دلوں میں سچائی محبت اور خوف خدا پیدا فوائے

(آمین) www.nepalurdutimes.com

واسنا سے سادھنا: نفس کی غلامی سے روح کی آزادی تک

بختیار برکاتی: خانقاہ قادریہ مہرولی نئی دہلی

انسانی زندگی ایک مسلسل کشمکش کا نام ہے—ایک طرف خواہشات (واسنا) کی کھینچ، اور دوسری طرف روح کی بلندی کی پکار۔ یہی کشمکش انسان کے باطن کو بناتی اور بگاڑتی ہے۔ اگر انسان خواہشات کا غلام بن جائے تو وہ ظاہری کامیابی کے باوجود اندر سے کھوکھلا رہتا ہے، لیکن اگر وہ انہی خواہشات کو قابو میں لا کر انہیں روحانی ترقی کا ذریعہ بنالے تو یہی کیفیت "واسنا سے سادھنا" کہلاتی ہے۔

"واسنا" سنسکرت کا لفظ ہے، جس سے مراد وہ اندرونی خواہشات، رجحانات اور لذتیں ہیں جو انسان کو دنیاوی چیزوں کی طرف مائل کرتی ہیں۔ یہ خواہشات بظاہر فطری ہوتی ہیں، مگر جب یہی بے قابو ہو جائیں تو انسان کے دل و دماغ پر حاوی ہو کر اسے بے سکونی، حسد، لالچ اور خود غرضی میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

اس کے برعکس "سادھنا" ایک ایسا منظم روحانی عمل ہے جس کا مقصد انسان کے باطن کو پاک کرنا اور اسے حقیقتِ مطلقہ سے جوڑنا ہے۔ سادھنا صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل طرزِ زندگی ہے جس میں انسان اپنی سوچ، اپنے عمل اور اپنی خواہشات کو ایک اعلیٰ مقصد کے تابع کر دیتا ہے۔

اصل سوال یہ ہے کہ کیا واسنا کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکتا ہے؟ روحانی اساتذہ کا جواب ہے: نہیں۔ واسنا کو ختم نہیں بلکہ بدلا جا سکتا ہے۔ یہی تبدیلی سادھنا کا اصل ہدف ہے۔ جب انسان اپنی خواہشات کو قابو میں لا کر انہیں خیر، محبت اور خدمت کے راستے پر ڈال دیتا ہے تو وہی واسنا اس کے لیے زنجیر نہیں بلکہ سیڑھی بن جاتی ہے۔

تصوف اور روحانیت میں اس سفر کو تین مراحل میں بیان کیا گیا ہے: تخلی، تحلی اور تجلی۔

پہلا مرحلہ "تخلی" ہے، جس میں انسان اپنے دل کو غیر ضروری اور نقصان دہ خواہشات سے خالی کرتا ہے۔

دوسرا مرحلہ "تحلی" ہے، جہاں وہ اپنی شخصیت کو اچھے اخلاق اور مثبت عادات سے آراستہ کرتا ہے۔

اور تیسرا مرحلہ "تجلی" ہے، جہاں اس کے باطن میں نورِ حقیقت ظاہر ہونے لگتا ہے۔

موجودہ دور میں، جہاں مادّیت اور تیز رفتار زندگی نے انسان کو ہر لمحہ نئی خواہشات کے پیچھے دوڑنے پر مجبور کر دیا ہے، "واسنا سے سادھنا" کا تصور پہلے سے زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ سوشل میڈیا، مقابلہ بازی اور ظاہری کامیابی کی دوڑ نے انسان کے اندر ایک نہ ختم ہونے والی بے چینی پیدا کر دی ہے۔ اس بے چینی کا علاج باہر نہیں، بلکہ انسان کے اپنے اندر ہے۔

عملی طور پر "واسنا سے سادھنا" کا آغاز چھوٹے قدموں سے کیا جا سکتا ہے۔ روزانہ چند لمحے خاموشی میں بیٹھ کر اپنے خیالات کا جائزہ لینا، غیر ضروری خواہشات کو پہچاننا، اور اپنی زندگی کو سادہ اور متوازن بنانا—یہ سب سادھنا کے بنیادی اصول ہیں۔ ذکر، مراقبہ، اور خدمتِ خلق جیسے اعمال انسان کے باطن کو مضبوط کرتے ہیں اور اسے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت دیتے ہیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اس راستے میں کسی رہبر یا مرشد کی رہنمائی حاصل کرے، کیونکہ باطنی سفر میں خود فریبی کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایک سچا رہنما انسان کو اس کے نفس کے فریب سے بچا کر اسے درست سمت دکھاتا ہے۔

آخر میں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ "واسنا سے سادھنا" کوئی وقتی عمل نہیں بلکہ ایک مسلسل سفر ہے۔ یہ سفر انسان کو نفس کی غلامی سے نکال کر روح کی آزادی تک لے جاتا ہے۔ جب انسان اپنی خواہشات کا مالک بن جاتا ہے، تو وہ حقیقی سکون، اطمینان اور خوشی کو پا لیتا ہے—وہ سکون جو دنیا کی کسی بھی مادی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہی دراصل انسان کی اصل کامیابی ہے۔

بختیار برکاتی:
خانقاہ قادریہ مہرولی
نئی دہلی

جہیز: ایک مہلک سماجی بیماری اور بیداری کی دعوت

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

اے اہلِ شعور! اگر دل ابھی زندہ ہے تو خود سے یہ سوال ضرور کرو: کیا نکاح، جو رحمت، مودّت اور سکون کا سرچشمہ ہے، ہم نے اسے سودے بازی کا ذریعہ کیوں بنا دیا؟ وہ رشتہ جو اخلاص، اعتماد اور محبت سے جڑنا چاہیے تھا، اسے ہم نے سامان اور نقدی کے پلڑے میں کیوں تولنا شروع کر دیا؟ یہ محض ایک رسم نہیں، بلکہ ہمارے اخلاقی زوال اور روحانی کمزوری کی واضح علامت ہے۔ ہم خود کو دھوکہ دینے کے لیے اسے "تحفہ" کہتے ہیں، مگر جہاں شرط ہو، توقع ہو، دباؤ ہو—وہ تحفہ نہیں، جبر ہے۔ اس جبر کا سب سے بڑا شکار وہ باپ بنتا ہے جو اپنی بیٹی کو عزت کے ساتھ رخصت کرنا چاہتا ہے مگر معاشرتی دباؤ اسے قرض، فکر اور بے بسی کی دلدل میں دھکیل دیتا ہے۔ وہ بیٹی، جو رحمت بن کر گھر سے رخصت ہوتی ہے، اسی رسم کی وجہ سے آزمائش بن جاتی ہے۔ عزت کے نام پر ذلت کا یہ بوجھ نہ صرف ایک فرد بلکہ پورے خاندان کی کمر توڑ دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی رہنمائی کے لیے سیرتِ طیبہ کی طرف رجوع کریں تو ہمیں واضح ہدایت ملتی ہے۔ اللہ کے پیارے رسول حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔" یہ مختصر مگر جامع ارشاد ہمارے لیے ایک مکمل اصول ہے۔ اس میں نہ صرف سادگی کی تلقین ہے بلکہ اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ نکاح کو بوجھ بنانا دراصل برکت سے محرومی کا سبب ہے۔ جب ہم اس پاکیزہ تعلیم کو نظر انداز کرتے ہیں اور نکاح میں مطالبات، جہیز اور نمود و نمائش کو شامل کرتے ہیں تو ہم خود اپنے ہاتھوں سے اس برکت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اسلاف اور بزرگانِ دین کی زندگیاں بھی اسی حقیقت کی گواہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سادگی کی اعلیٰ مثال ہے۔ چند ضروری اشیاء پر مشتمل ایک مختصر سا گھرانہ، مگر اس میں محبت، قناعت اور سکون کی ایسی دولت تھی جو آج کے پُر تکلف گھروں میں ناپید دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کو آسان بنانے کی تلقین فرمائی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب رشتے سادہ ہوں گے تو معاشرہ بھی متوازن اور خوشحال ہو گا۔

صوفیاء کرام نے بھی دنیاوی لالچ کو روحانی بیماری قرار دیا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس دل میں حرص ہو، وہاں سکون نہیں ٹھہرتا۔" یہی حرص جب نکاح میں شامل ہو جائے تو وہ رحمت کے بجائے زحمت بن جاتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اخلاص وہ دولت ہے جو کمی کو بھی کمال بنا دیتی ہے۔" اگر نکاح اخلاص پر قائم ہو تو وسائل کی کمی بھی خوشیوں میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ جہیز نے ہمارے معاشرے میں ایک ایسی سوچ کو جنم دیا ہے جہاں عزت کو دولت سے ناپا جاتا ہے، اور بیٹی کو بوجھ سمجھا جانے لگتا ہے۔ اس کا نتیجہ گھریلو تنازعات، ذہنی دباؤ اور بے سکونی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والی اولاد نہ وہ سکون پا سکتی ہے اور نہ وہ مثبت کردار کی حامل بن پاتی ہے جو والدین اور قوم کے لیے باعثِ فخر ہو۔ جس گھر کی بنیاد ہی لالچ اور مطالبے پر ہو، وہاں سے اٹھنے والی نسلیں اکثر انہی کمزوریوں کو آگے بڑھاتی ہیں۔ اہلِ دل جانتے ہیں کہ اصل برکت مال و اسباب میں نہیں بلکہ نیت کی پاکیزگی میں ہے۔ جب نکاح میں اخلاص اور سادگی ہو تو قلیل وسائل بھی کافی ہو جاتے ہیں، مگر جب لالچ شامل ہو جائے تو کثرت بھی بے سکونی میں بدل جاتی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم محض گفتگو پر اکتفانہ کریں بلکہ عملی اقدام کریں۔ ایسے رشتوں کو رد کریں جہاں جہیز یا نقدی کا مطالبہ ہو، اور ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کریں جو اس برائی کو فروغ دیتے ہیں۔ سادہ شادیوں کو اپنائیں اور اسے باعثِ فخر سمجھیں۔ نوجوان نسل کو یہ شعور دیں کہ وہ اس روایت کے خلاف کھڑی ہو، کیونکہ یہی وہ قوت ہے جو معاشرے کو بدل سکتی ہے۔

تعلیم، میڈیا اور سماجی رہنما اگر اس پیغام کو عام کریں کہ عزت کردار میں ہے نہ کہ جہیز میں، تو یقیناً ایک مثبت تبدیلی آ سکتی ہے۔ ہمیں اپنی ترجیحات بدلنی ہوں گی اور سادگی کو اختیار کرنا ہو گا۔

یاد رکھو! تبدیلی کا آغاز تم سے ہوتا ہے۔ اگر تم نے اپنے عمل کو درست کر لیا تو معاشرہ خود بخود سنورنے لگے گا۔ آج عہد کرو کہ ہم ایسے رشتے قائم کریں گے جو محبت، اخلاص اور سادگی پر مبنی ہوں، تاکہ ہماری آنے والی نسلیں سکون، اعتماد اور اعلیٰ اقدار کے ساتھ پروان چڑھیں۔ آؤ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جہاں بیٹی رحمت ہو، بوجھ نہیں، جہاں شادی آسان ہو مشکل نہیں، اور جہاں اولاد والدین کے لیے راحت اور قوم کے لیے فخر کا باعث بنے۔

www.nepalurdutimes.com

حسان الہند علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی: ایک تعارف

"۱۱ مئی پیر کو خلد آباد میں آپ کا عرس منایا جائے گا، جس میں مشائخ بلگرام شریف میں حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ میاں واسطی و حضرت سید انس میاں واسطی جلوہ بار ہوں گے"

غلام مصطفیٰ رضوی

ہندوستان کی تاریخ میں اپنے تحقیقی، فکری، روحانی، تاریخی، ادبی کارہائے علمیہ کے اعتبار سے حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد چشتی بلگرامی علیہ الرحمۃ کا اسم ممتاز حیثیت کا حامل ھے۔

(۱) حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ بارھویں صدی ہجری کے عظیم مؤرخ ہیں۔

(۲) بچپن ہی میں آپ کو خواب میں جلوۂ حبیبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور پھر تسکینِ قلب کے لیے زیارتِ حرمین طیبین کے لیے تنِ تنہا پروانہ وار نکل پڑے۔ قلب وارفتہ سے وہ اشعار حیطۂ تحریر میں آئے کہ قبولیت کی منزل مقدر بنی۔

(۳) شہرِ محبت مدینہ پاک میں محدث حجاز حضرت شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے علمِ حدیث کا درس لیا۔

(۴) فریضۂ حج ادا فرمایا اور کئی ماہ مکہ مکرمہ میں قیام کیا، مقاماتِ مقدسہ اور اسلامی آثار کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔

(۵) علامہ آزادؔ بلگرامی ایک عظیم شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری کو ہندوستانی عربی ادب کا شاہکار کہا گیا ہے۔ یوں ہی آپ کے عربی و فارسی نعتیہ اشعار کی فضا ہندی عناصر و ماحول سے تشکیل پائی۔

(٦) آپ کے عربی اشعار کی تعداد محققین نے سترہ ہزار {۱۷۰۰۰} کے قریب شمار کی، جو عربی ادب کی فنی لطافتوں اور صوفیانہ نغمگی سے پُر ہے۔

(۷) علامہ آزادؔ بلگرامی کی شاعری کا موضوع مدحتِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اسی لیے انہیں "حسان الہند" جیسے باوقار اور عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۸) علامہ آزادؔ بلگرامی نے اپنی شاعری میں جابجا حب الوطنی کا اظہار کیا ہے۔ شعری محاکات میں ہندی رنگ آپ کے یہاں گہرا ہے؛ جس کے اثرات بعد کے دور میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری و محسن کاکوروی کے یہاں ملتے ہیں۔

(۹) آپ نے سب سے پہلے اپنی نظم و نثر میں عظمتِ ہند کے نغمے گنگنائے اور عظمت ہند کے تئیں اسلامی نسبتوں کا ذکر کیا ہے۔ جس پر تصانیف شاہد۔

(۱۰) آپ کی تصانیف کے نام اس طرح ہیں:
۱۔ سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان
۲۔ شمامۃ العنبر ماورد فی الہند من سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم (شمامۃ العنبر کی اشاعت مع اردو ترجمہ دارالعلوم جائس نے کی۔)
۳۔ بریلی شریف سے مآثر الکرام کی اشاعت عمل میں آئی۔ یوں ہی بلگرام شریف سے بھی مطبوع ہے۔
۴۔ مالیگاؤں سے روضۃ الاولیاء کی اشاعت سُنّی جمعیۃ العلماء نے کی؛ کئی کتابیں بیروت، قاہرہ وغیرہ سے شائع ہوئیں۔ متعدد مخطوطات علی گڑھ و لکھنؤ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

(۱۱) آپ کے عربی شعری دواوین میں ۴ مطبوع ہیں۔

(۱۲) علامہ ارشد القادری کے فرزند مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی (مقیم امریکہ) نے آپ کی عربی نگارشات پر مقالۂ تحقیق قلم بند کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی؛ جو دارالکتاب دہلی سے طبع ہوا اور اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر کی لائبریری میں موجود ہے۔

(۱۳) علامہ آزادؔ بلگرامی نے بحیثیت شاعر و ادیب اور سیاح و مؤرخ اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

(۱۴) بحیثیت محدث آپ نے بخاری شریف کی کتاب الزکوٰۃ تک کی شرح تحریر کی۔

(۱۵) آپ نے عربی و فارسی میں سیرت اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے متعلق متعدد کتابیں تحریر فرمائیں جن سے آپ کی مؤرخانہ عظمت و محققانہ بصیرت اجاگر ہوتی ہے۔ سلاطین ہند کے تذکرے بھی قلم بند فرمائے۔ شوکت اسلام کے کئی ادوار حیطۂ تحریر میں لائے۔ سلاطین نے آپ کی قدر کی اور عظمتوں کے معترف ہوئے۔

(۱٦) آج بھی علمی و ادبی تحریروں میں آپ کی تحقیق کو قولِ فیصل مانا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مؤرخین آپ کی کتابوں کے حوالے نقل کرتے ہیں۔

(۱۷) علامہ آزادؔ بلگرامی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے مگر بنیادی طور پر وہ ایک صوفیِ باصفا، عاشق رسول اور عالم دین تھے۔

(۱۸) علامہ آزادؔ بلگرامی! نے زندگی کے آخری ایام گوشہ نشینی میں گزارے۔ مدینۃ الاولیاء خلد آباد میں خلیفۂ محبوب الٰہی حضرت امیر علاء سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پہلو میں ایک قطعہ اراضی خریدا، اس کا نام "عاقبت خانہ" رکھا۔ وصال سے کچھ دنوں قبل دکن کے صوفیا اور فقرا کی دعوت کی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

(۱۹) ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۰۰ھ میں علم و فن کا یہ ماہ تاب اپنے کمالات کی تمام تر رعنائیاں بکھیر کر وصال کی لذت سے سرشار ہو گیا۔ خلد آباد میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے؛ آستانے کی تزئین جدید حضرت سید بادشاہ میاں واسطی بلگرامی نے کروائی۔ آپ کا عرس امسال ۱۱ مئی پیر کو ہو گا جس کی تیاریاں جاری ہیں، واضح رہے کہ یہ عرس مسلکِ اعلیٰ حضرت کے دائرے میں رہ کر منایا جاتا ہے:

آسماں عینک لگا کر مہر و ماہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوارِ حق ہے صبح و شام بلگرام
(اعلیٰ حضرت محدث بریلوی)

Noori Mission Malegaon

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

مراسلات

عنوان: شانِ صحافت کا درخشاں چراغ — چیف ایڈیٹر عبدالجبار علیمی نظامی

صحافت کسی بھی معاشرے کی آنکھ، کان اور زبان ہوتی ہے، اور جب یہ ذمہ داری ایسے صاحبِ فکر و نظر کے ہاتھوں میں ہو جو دیانت، بصیرت اور اخلاص کے پیکر ہوں تو یقیناً صحافت محض خبر رسانی نہیں رہتی بلکہ ایک مشن، ایک تحریک اور ایک امانت بن جاتی ہے۔ اسی قبیل کے درخشاں ناموں میں ایک معتبر اور قابلِ احترام نام چیف ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز، جناب عبدالجبار علیمی نظامی کا ہے، جنہوں نے اپنی بے مثال صلاحیتوں اور اعلیٰ صحافتی اقدار کے ذریعے اردو صحافت میں ایک منفرد مقام حاصل کیا ہے۔

عبدالجبار علیمی نظامی صاحب کی شخصیت ہمہ جہت اوصاف کی حامل ہے۔ آپ نہ صرف ایک باوقار مدیر ہیں بلکہ ایک باخبر تجزیہ نگار، صاحبِ قلم دانشور اور دردِ دل رکھنے والے سماجی رہنما بھی ہیں۔ آپ کی تحریروں میں جہاں حقائق کی گہرائی ہوتی ہے، وہیں الفاظ کی شائستگی اور اسلوب کی دلکشی بھی قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ صحافت کو محض پیشہ نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ سمجھا، اور اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

نیپال اردو ٹائمز کے پلیٹ فارم سے آپ نے نہ صرف اردو زبان و ادب کی خدمت کی بلکہ سماجی، ملی اور تعلیمی مسائل کو بھی نہایت سنجیدگی اور جرات کے ساتھ اجاگر کیا۔ آپ کی ادارت میں یہ ادارہ ایک معتبر آواز کے طور پر ابھرا ہے، جہاں سچائی، توازن اور دیانت کو اولین ترجیح دی جاتی ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ محدود وسائل کے باوجود اگر نیت صاف اور عزم مضبوط ہو تو صحافت کے میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ نوجوان قلمکاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کی رہنمائی کی، ان کے قلم کو جِلا بخشی اور انہیں ایک مثبت سمت عطا کی۔ آج بے شمار ایسے لکھاری ہیں جو آپ کی سرپرستی میں پروان چڑھ کر اردو صحافت کا سرمایہ بن چکے ہیں۔ یہ آپ کی تربیت اور خلوص کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کے گرد ایک ایسا علمی و ادبی حلقہ قائم ہے جو علم، ادب اور شعور کے فروغ میں سرگرم عمل ہے۔

عبدالجبار علیمی نظامی صاحب کی تحریروں میں جرأتِ اظہار کے ساتھ ساتھ اعتدال اور حکمت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی جذباتیت کو اپنے قلم پر حاوی نہیں ہونے دیا بلکہ ہمیشہ دلیل، تحقیق اور توازن کو مقدم رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی آواز کو نہ صرف سنجیدگی سے سنا جاتا ہے بلکہ اس پر اعتماد بھی کیا جاتا ہے۔

بلا شبہ، موجودہ دور میں جب صحافت مختلف چیلنجز سے دوچار ہے، ایسے میں آپ جیسے مخلص، باوقار اور باصلاحیت مدیران کی موجودگی امید کی کرن ہے۔ آپ کی خدمات اردو صحافت کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ۔

اللہ ربُّ العزت سے دعا ہے کہ وہ جناب عبدالجبار علیمی نظامی صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ دراز عمر عطا فرمائے، ان کے قلم میں مزید تاثیر پیدا کرے، اور انہیں اسی طرح حق و صداقت کی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین یا رب العالمین۔ ✍ آفتاب عالم گوہر قادری واحدی

عزت مآب پروفیسر رفیع الدین ناصر قومی اعزاز یافتہ معلم

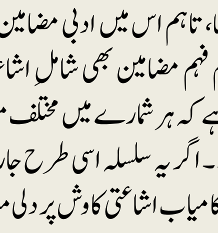

محترم و مکرمی

جناب عبدالجبار علیمی چیف ایڈیٹر، نیپال اردو ٹائمز، کھٹمنڈو

آداب و تسلیمات!

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سے امید ہے کہ آپ بمعہ جملہ وابستگان خیریت و عافیت سے ہوں گے۔

آج *نیپال اردو ٹائمز* کا شمارہ اردو اخبارات کے ایک گروپ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس سے بے حد خوشی ہوئی۔ بارہ صفحات پر مشتمل اس خوبصورت اور معیاری اردو اخبار کو دیکھ کر دل مسرور ہو گیا۔ نیپال جیسے ملک سے آپ جس خلوص اور لگن کے ساتھ اردو زبان و ادب کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ واقعی قابلِ تحسین اور لائقِ ستائش ہے۔

اخبار میں خبروں کی بہترین کوریج دیکھنے کو ملی، جس میں مقامی، علاقائی، ملکی اور بین الاقوامی خبروں کو نہایت سلیقے اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اداریہ حالاتِ حاضرہ کی عمدہ عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح اصلاحِ معاشرہ سے متعلق منتخب مضامین بھی نہایت مفید اور فکر انگیز ہیں۔

اگرچہ آج کا شمارہ غالباً صحافتی ترتیب یا موضوعاتی انتخاب کے لحاظ سے مخصوص نوعیت کا تھا، تاہم اس میں ادبی مضامین، غزلیں اور نظمیں بھی بہت عمدگی سے شامل کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ مذہبی معلومات اور دیگر عام فہم مضامین بھی شاملِ اشاعت ہیں، جو قارئین کے لیے نہایت مفید ہیں۔ یہ چونکہ ہمارا دیکھا ہوا یہ پہلا شمارہ ہے، اس لیے امید ہے کہ ہر شمارے میں مختلف موضوعات کا احاطہ کیا جاتا ہوگا۔ یقیناً کسی شمارے میں سائنسی موضوعات بھی شامل کیے جاتے ہوں گے۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو اردو زبان و ادب کے فروغ میں آپ کا کردار مزید نمایاں ہوگا۔ بہرحال، ہماری جانب سے اس کامیاب اشاعتی کاوش پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مزید کامیابیاں نصیب کرے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ *پروفیسر رفیع الدین ناصر* قومی اعزاز یافتہ معلم اورنگ آباد، مہاراشٹر

از نیپال اردو ٹائمز

محترم و مکرم: پروفیسر رفیع الدین ناصر صاحب اورنگ آباد، مہاراشٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت بھرا مکتوب موصول ہوا، جس میں آپ نے نیپال اردو ٹائمز کے حالیہ شمارے کے حوالے سے جس خلوص، شفقت اور حوصلہ افزائی کا اظہار فرمایا، اس پر ہم دل کی گہرائیوں سے آپ کے شکر گزار ہیں۔

یقیناً آپ جیسے صاحبِ علم و دانش کی جانب سے اس نوعیت کے تاثرات ہمارے لیے باعثِ فخر بھی ہیں اور حوصلہ افزائی کا ذریعہ بھی۔ آپ نے اخبار کے مختلف پہلوؤں، خبروں کی جامع کوریج، اداریہ، اصلاحی مضامین اور ادبی مواد، پر جس باریک بینی سے روشنی ڈالی، وہ ہمارے لیے رہنمائی کا درجہ رکھتی ہے۔

ہماری بھرپور کوشش یہی ہے کہ نیپال اردو ٹائمز کو ایک ایسا معیاری پلیٹ فارم بنایا جائے جہاں صحافت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ زبان و ادب، معاشرتی اصلاح، مذہبی آگہی اور سائنسی شعور کو بھی متوازن انداز میں پیش کیا جاسکے۔ آپ کی قیمتی آراء یقیناً ہمیں اپنے کام کو مزید بہتر بنانے میں مدد دیں گی۔ آپ نے سائنسی موضوعات کی شمولیت کی طرف جو توجہ دلائی ہے، وہ نہایت اہم اور بروقت ہے۔ ان شاء اللہ ہم آئندہ شماروں میں اس پہلو کو مزید نمایاں کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ قارئین کو متنوع اور مفید مواد فراہم کیا جاسکے۔ دعا ہے کہ آپ کی سرپرستی اور رہنمائی ہمیں آئندہ بھی حاصل رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ مزید علمی و ادبی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک بار پھر آپ کی محبتوں اور دعاؤں کا تہہ دل سے شکریہ۔

والسلام عبدالجبار علیمی نیپالی چیف ایڈیٹر، نیپال اردو ٹائمز کاٹھمانڈو، نیپال

غلام جیلانی قمر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اردو دنیا کے علمی و ادبی حلقوں میں وہی ادارے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں جو معیار، سنجیدگی اور فکری بصیرت کو اپنا شعار بنائیں۔ نیپال اردو ٹائمز نے قلیل مدت میں اپنی متوازن، باوقار اور ذمہ دار صحافت کے ذریعے اہلِ ذوق کے مابین منفرد شناخت قائم کرلی ہے، جس کی بنیاد پر ادارہ علمی و ادبی حلقوں میں اعتماد و احترام کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔

یہ امر قابل ستائش اور لائقِ تحسین ہے کہ نیپال اردو ٹائمز نوجوان علماء، فضلاء اور اہلِ ذوق کی علمی و فکری تحریروں کو ترجیحی بنیادوں پر شائع کرتا ہے۔ نئی نسل کے قلم کاروں کی یہ حوصلہ افزائی نہ صرف علم و ادب کے فروغ کا ذریعہ ہے بلکہ اردو صحافت کے روشن مستقبل کی نوید بھی ہے۔ میں ادارے کی علمی بصیرت، کارکنان کی جاں فشانی اور اس کی گراں قدر خدمات کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس جریدے کو مزید ترقی، مقبولیت اور دوام عطا فرمائے، اور اسے حق و صداقت کی توانا آواز بنائے رکھے۔ باری تعالیٰ آپ تمام حضرات کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔

غلام جیلانی قمر یکم مئی ۲۰۲۶

اردو بھائی چارہ اور عشق و وفا کی زبان ہے

اردو پھولوں کی زبان ہے، اردو خوشبوؤں کی زبان ہے، اردو فکر و فن کی زبان ہے، اردو علم و حکمت کی زبان ہے، اردو امیروں کی زبان ہے، اردو غریبوں کی زبان ہے، اردو زندگی کی زبان ہے، اردو حیات جاوداں کی زبان ہے، اردو اسٹیجوں کی زبان ہے، اردو سیاست دانوں کی زبان ہے، اردو علماء کی زبان ہے، اردو مشائخ کی زبان ہے، اردو صوفیاء کی زبان ہے، اردو خطباء کی زبان ہے، اردو شاعروں کی زبان ہے، اردو ادیبوں کی زبان ہے، اردو ناقدین کی زبان ہے، اردو شرفاء کی زبان ہے، اردو اہلِ ادب کی زبان ہے، اردو اہلِ سخن کی زبان ہے، اردو محراب و منبر کی زبان ہے، اردو آستانوں کی زبان ہے، اردو خانقاہوں کی زبان ہے،

اردو مدارس کی زبان ہے، اردو فنکاروں کی زبان ہے، اردو کلاکاروں کی زبان ہے، اردو علامت کی زبان ہے، اردو شناخت کی زبان ہے، اردو شام اودھ کی زبان ہے، اردو صبح بنارس کی زبان ہے، اردو بہاروں کی زبان ہے، اردو غم دوراں کی زبان ہے، اردو غم جاناں کی زبان ہے، اردو عشق کی زبان ہے، اردو عاشق کی زبان ہے، اردو معشوق کی زبان ہے، اردو محبوب کی زبان ہے، اردو اہلِ محبت کی زبان ہے،

اردو ہندوستانی زبان ہے، اردو ہندوستانیوں کی زبان ہے، اردو بھائی چارہ کی زبان ہے، اردو محبت کی زبان ہے، اردو وفا کی زبان ہے، اردو عشق کی زبان ہے، اردو مٹھاس کی زبان ہے، اردو ایثار کی زبان ہے، اردو رابطہ کی زبان ہے، اردو قربانی کی زبان ہے، اردو اظہار خیال کی زبان ہے، اردو حریت کی زبان ہے، اردو حریت پسندوں کی زبان ہے، اردو آزادی کی زبان ہے، اردو آزادیٔ رائے کی زبان ہے، اردو انقلاب کی زبان ہے، اردو انقلابیوں کی زبان ہے، اردو لشکر والوں کی زبان ہے، اردو عوام کی زبان ہے، اردو خواص کی زبان ہے، اردو تہذیب کی زبان ہے، اردو ثقافت کی زبان ہے، اردو لطافت کی زبان ہے، اردو پاکیزگی کی زبان ہے، اردو گنگا جمنی تہذیب کی زبان ہے، اردو میل ملاپ کی زبان ہے، اردو تال میل کی زبان ہے، اردو حسن کی زبان ہے، اردو خوشیوں کی زبان ہے، اردو غموں کی زبان ہے، اردو مسرت کی زبان ہے، اردو شادمانی کی زبان ہے،

گویا کہ اردو تمام عالم کی زبان ہے،

قاری رئیس احمد خان

چرہ محمد پور فیض آباد *ضلع ایودھیا یوپی*

www.nepalurdutimes.com

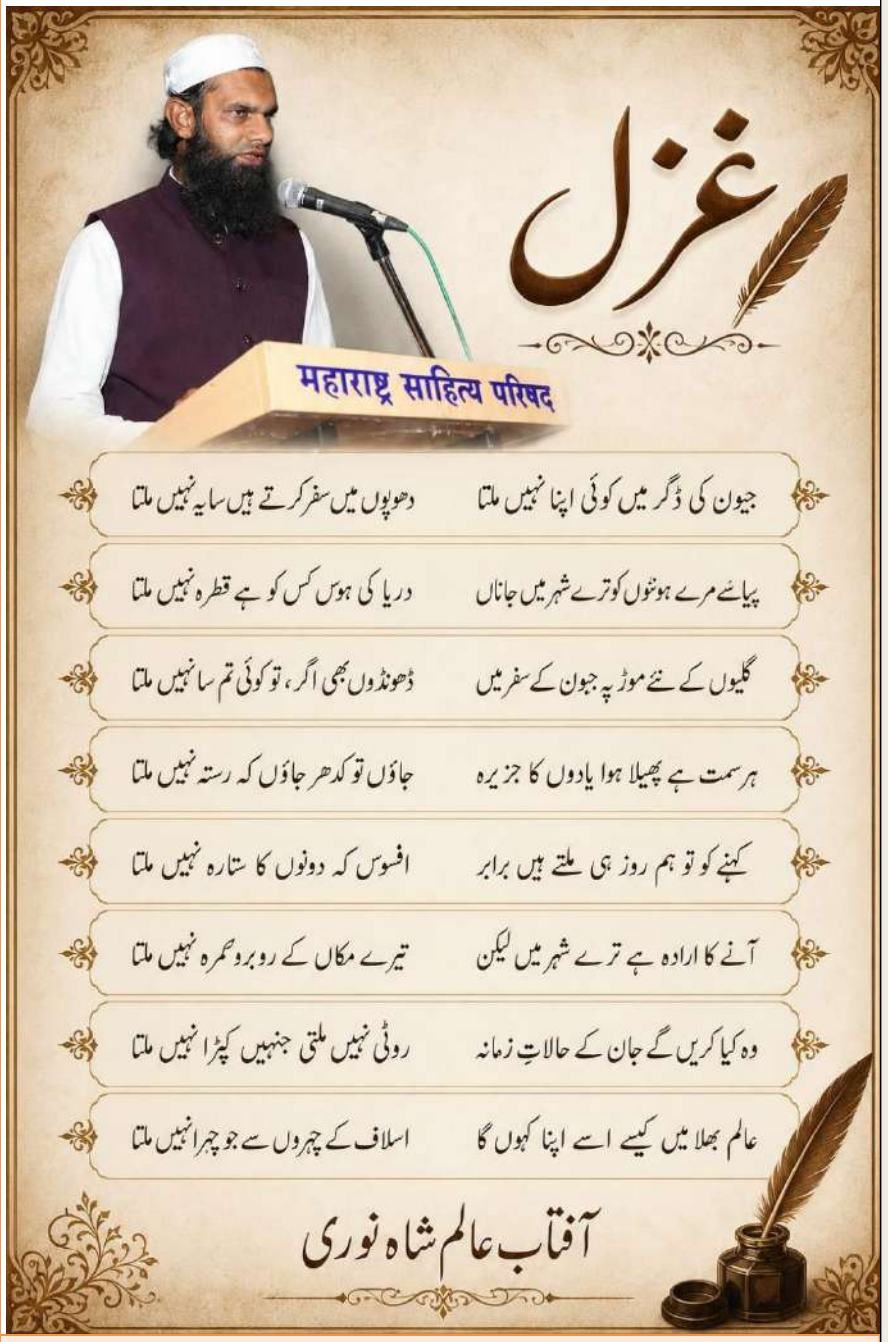

خصوصی کالم برائے مراسلات

معزز قارئین کرام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ نیپال اردو ٹائمز ہمالیہ کی وادیوں سے اردو صحافت کا روشن مینار ہے جس کے ذریعے سے ملک نیپال میں اردو صحافت کو فروغ دینے کے لیے ہماری ٹیم سرگرم عمل ہے، قارئین حضرات سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اخبار کو پڑھیں اور اپنی آرا ہمیں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

گل گلزار سرکار محبی خطیب یورپ و ایشیا و عرب و عجم امیر القلم عاشق شہنشاہ امم حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری مفتی الحاج محمد ارشد الرحمٰن قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی کے حرمین شریفین کی روانگی سے قبل۔۔۔

فاتح آگرہ پھر مدینے چلے

الوداعی نظم

اپنے مولی کے گھر باقرینے چلے
فاتح آگرہ پھر مدینے چلے

عاشقان نبی جب مدینے چلے
بھول کر سب جہاں کے خزینے چلے

اپنی زوجہ کے ہمراہ سوئے حرم
ارشد قادری باقرینے چلے

موسم حج قریب آتے ہی دیکھئے
سوئے مکہ جہاں کے سفینے چلے

جس مہینے میں بلوایا سرکار نے
جھوم کر عشق میں اس مہینے چلے

دل میں رکھ کر فقط عشقِ خیر الوریٰ
چھوڑ کر حبِّ دنیا سفینے چلے

خاکِ طیبہ کی خوشبو نے دی جب صدا
قافلے اہل دل کے مدینے چلے

اللہ اللہ مرے فاتح آگرہ
گھر سے روتے بلکتے مدینے چلے

جب مدینے کا ہم نے کیا تذکرہ
تب عدوئے نبی کے پسینے چلے

موت آئے ہمیں کوئے سرکار میں
ہم یہی لے کے حسرتِ مدینے چلے

دل میں اک شوقِ دیدار بڑھتا رہا
خوف سب چھوڑ کر اس مہینے چلے

آنکھ میں اشک، لب پر درود و سلام
لے کے جذبوں کے تاباں نگینے چلے

ذکرِ خیرُالوریٰ دل میں رکھتے ہوئے
نور کی سمت سب کے سفینے چلے

راہ میں جتنے بھی مرحلے آئے ہیں
نام لے کر نبی کا سکینے چلے
دیدِ طیبہ کی دل میں تمنا لیے
دل کے سب رنج و غم کے قرینے چلے

آب زم زم چلے پینے مکے میں وہ
جام عرفاں مدینے میں پینے چلے

فاتح آگرہ کیوں نہ جائیں وہاں
جب ترے جیسے گوہر کمینے چلے

آفتاب عالم گوہر قادری واحدی خادم جامعہ ام سلمہ و جامعہ گلشن مدینہ سر تاج العلوم وام سلمہ جونئر ہائی اسکول دریا آباد ضلع بارہ بنکی یوپی الہند

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

گوپی چند نارنگ بحیثیت رجحان ساز ادیب و نقاد

ڈاکٹر۔نجم النساء ناز،اردو لکچرر، شعبہ اردو، یوگی ویمنا یونیورسٹی، کڈپہ، آندھرا پردیش

پدم بھوشن پروفیسر۔گوپی چند نارنگ اردو دنیا کا ایک اہم نام ہے۔وہ اردو کے نقاد، محقق،ماہر لسانیات اور دانشور تھے۔اردو کی نظریاتی تنقید،افسانہ پریم چند،انتظار حسین،انیس شناسی، خسرو شناسی سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ عصر حاضر میں ان کی دلچسپی جدید تنقید،یعنی تھیوری یا مابعد جدید تنقید سے ہے، گوپی چند نارنگ کا ایک خاص اختصاص اردو ادب اور تہذیبی مطالعہ ہے۔

۱۱ فروری ۱۹۳۱ کو گوپی چند نارنگ کی ولادت ہوئی۔ان کا آبائی وطن ضلع دکی بلوچستان ہے۔ان کی والدہ بلوچستان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سرائیکی جانتی تھی۔سرائیکی اور اردو قدیم میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس طرح ان کے گھر میں اردو کا بول بالا تھا۔ان کے بڑے بھائی جگدیش نارنگ بھی اردو زبان و ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔گوپی چند نارنگ کی سنسکرت،فارسی اور اردو سے دلچسپی ان کے والد محترم اور بھائی ہی کی رہین منت ہے۔ان کے والد کا نام دھرم چند نارنگ اور والدہ کا نام ٹیکا دیوی ہے۔نارنگ صاحب کے والد بلوچستان ریونیو سروس میں ملازم تھے۔اور آفیسر خزانہ کے عہدے پر فائز تھے۔ان کے والد سنسکرت،فارسی اور اردو زبان سے بخوبی واقف تھے۔ اور ان زبانوں کے ادب سے باخبر تھے۔اسکول میں اردو کا پہلا قاعدہ پڑھنے اور امتحان دینے کی روداد نارنگ صاحب نے بڑے پر لطف انداز میں یوں بیان کیا ہے۔

۔"شمال میں چھوٹا سا اسکول تھا۔جس میں پڑھائی کم اور انسپکٹر کے استقبال کی تیاری زیادہ کی جاتی تھی۔اردو کا پہلا قاعدہ یہیں پڑھا۔پڑھاتے عبدالعزیز صاحب تھے۔ماسٹر،ہیڈ ماسٹر، کلرک سبھی کچھ وہی تھے۔میں اس زمانے میں استاد سے کچھ کچھ ڈرا کرتا تھا۔اس سے بھی کئی گناہ زیادہ ڈر امتحان کا تھا۔جس کے بارے میں معلوم ہی نہیں تھا کہ کیا بلا؟ کچھ کچھ یاد ہے کہ جب پہلی جماعت کا امتحان ہوا تو میں گھر میں دبکا رہا۔بعد میں والد صاحب اور بڑے بھائی صاحب پکڑے پکڑے لائے اور کہا بچارے کا سال برباد ہونے سے بچالیجئے اور مجھے اسکول میں پہنچا دیا۔عبدالعزیز صاحب نے قاعدے کا دوسرا صفحہ کھولا اور قدرے سختی سے کہا۔یہاں سے سنائو۔دہشت تو طاری تھی ہی میں

بدحواسی میں قاعدہ بند کیا اور بجائے پڑھ کر سنانے کے جیسے جماعت میں رٹا کرتا تھا۔زبانی ہی سنانا شروع کیا۔ابھی پورا سبق نہ سنا پایا تھا کہ انھوں نے کہا بس بس تم پاس۔نہ صرف پاس بلکہ اول۔ والد صاحب نے گلے لگالیا آنسو پونچھے اور کندھے پر بٹھا کر گھر لے آئے۔وہ دن آج کا دن کتاب میری بہترین رفیق اور دم ساز بن گئی۔"(۱)

گوپی چند نارنگ نے ۱۹۳۹ میں نن پرون (رسالہ آج کل) کو دیکھا تھا۔اور۔" پھول اور غنچہ "کا مطالعہ انھوں نے بعد میں کیا۔پھول اور غنچہ بچوں کے رسائل تھے جو لاہور اور دہلی سے شائع ہوا کرتے تھے۔نارنگ صاحب پرائمری اسکول میں ان پرچوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔بچپن ہی سے انہیں مطالعہ کا شوق تھا۔وہ نذیر احمد، رتن ناتھ سرشار اور راشد الخیری کی تصانیف کا مطالعہ پسند کرتے تھے۔گوپی چند نارنگ نے ہائی اسکول لیہہ ضلع مظفر گڑھ سے کیا۔اور میٹرک کا امتحان ۱۹۴۶ میں اول درجے میں کامیاب کیا۔اس کے بعد وہ اعلی تعلیم کے لیے دہلی آئے اور یہیں سے ۱۹۵۰ میں ایف۔اے اور بی،اے میں کامیابی حاصل کرلی۔اور پنجاب یونیورسٹی سے اردو (آنرز) بھی مکمل کرلی۔اعلی تعلیم کا جنون بچپن ہی سے سر میں سمایا ہوا تھا چنانچہ انھوں نے ۱۹۵۲ میں دہلی کالج (موجودہ دہلی یونیورسٹی) میں ایم۔اے۔اردو میں داخلہ حاصل کیا۔ اور ۱۹۵۴ میں امتیازی نشانات کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔اسی دوران انھوں نے اپنی بعض تخلیقات شائع کیں۔دہلی میں انھیں خواجہ احمد فاروقی جیسے اردو کے ادیب اور اسکالر سے قرب حاصل ہوا۔گوپی چند نارنگ نے دہلی کالج میگزین کے۔"دلی کالج نمبر "میں معاون مدیر کے فرائض بھی انجام دئے۔۱۹۵۶ انھوں نے پی۔ایچ۔ڈی۔میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۸ میں " اردو شاعری پر ہندوستانی عناصر "موضوع اپنا تحقیقی مقالہ داخل دفتر کیا جس پر انھیں اسی برس ڈاکٹریٹ کا مستحق قرار دیا گیا۔

گوپی چند نارنگ کی پہلی تصنیف شائع ہو کر منظر عام پر آئی وہ": معراج العاشقین "ہے۔اس کو انھوں نے لسانیات کے نقطہ نظر سے مرتب کیا اور ۱۹۵۷ میں شائع کیا۔ڈاکٹریٹ کا مقالہ کے بعد انھوں نے اپنی ساری توجہ۔" اردو کی فکری اور تہذیبی تاریخ "کی جانب مبذول کردی۔جس کا نتیجہ ۱۹۶۰ میں "ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں "شائع ہوئی یہ ان کی دوسری تصنیف ہے۔اس کے علاوہ گوپی چند نارنگ صاحب کی کئی کتابیں یعنی ۶۰ سے بھی زیادہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو انٹرنٹ پر موجود ہیں۔ان کو کئی انعامات واعزازات سے نوازا گیا۔ اردو دنیا میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ حالی کے بعد گوپی چند نارنگ نظریہ ساز نقاد ہیں۔یوں تو وہ ۱۹۸۰ ہی سے مابعد جدید تنقید سے متعلق لکھ رہے تھے اور اردو کے شہ پاروں کا انہی اصولوں پر تنقیدی جائزہ بھی لے رہے تھے لیکن بھرپور انداز میں انھوں نے نئے ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات ۱۹۹۴ میں شائع کی تو مشرقی دنیائے ادب میں بھونچال آگیا۔ان کی یہ کتاب ما بعد جدیدیت کے نظریہ پر مشتمل ہے۔انھوں نے اپنے کئی مضامین میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ از خود کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کر رہے ہیں بلکہ مغرب میں جو بھی تھیوری مشہور ہے اس کو اردو میں منتقل کر رہے ہیں۔

گوپی چند نارنگ جدید تنقید یعنی تھیوری یا مابعد جدیدیت تخلیق کی آزادی اور تکثیریت کا فلسفہ ہے جو مرکزیت یا وحدت پسندی کے مقابلے میں ثقافتی، بوقلمونی، مقامیت تہذیبی حوالے اور معنی کے دوسرے پن The other کی تعبیر پر اس تعبیر میں قاری کی شرکت پر اصرار کرتی ہے۔"(۵)

جدیدیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" مابعد جدیدیت کسی ایک نظریہ کا نہیں بلکہ کئی ذہنی رویوں کا نام ہے اور معنی پر بٹھائے پہروں کو توڑنے کا نام ہے۔۔۔۔۔یہ جدیدیت کے بعد کا دور ہے۔۔۔۔۔۔یہ ایک تخلیقی آزادی کا کھلا رویہ ہے۔ادبی جبر توڑنے کا، معنی کے چھپے ہوئے رخ کو دکھانے کا ،یہ فلسفہ، مرکزیت،وحدت کے بدلے ثقافت، مقامیت اور معنی میں قاری یا سامع کی شرکت پر زور دیتا ہے۔ادب کا رشتہ از سر نو آزادانہ تخلیق سے جوڑتا ہے۔اس لئے کہا کہا جاتا ہے کہ مابعد جدید کی تعریف تنقید سے نہیں تخلیق سے ہوگی۔"(۲)۔

گوپی چند نارنگ کے اس نظریے کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر۔وہاب اشرفی لکھتے ہیں۔

": پرانی روش نئی روش کو آسانی سے راستہ نہیں دیتی۔جدیدیت اپنا کام انجام دے چکی ہے۔مابعد جدیدیت کا اپنا کوئی فلسفہ نہیں ہے۔بس ثقافت کے حوالے سے صداقت کی تلاش کرنے کا عمل ہے۔ادب کو عوامی کلچر میں تلاش کرنا ہی مابعد جدیدیت ہے۔مابعد جدیدیت ایک Complex صورت ہے۔جس نے آزاد خیالی اور آزادی پر زور دیا۔" (۳)۔ اور سوال اٹھانے کا، دی ہوئی ادبی لیک کے جبر توڑنے کا، ادعائیت خواہ سیاسی ہو یا ادبی، اس کو رد کرنے کا زبان یا متن کے حقیقت کے عکس محض ہونے کا نہیں بلکہ حقیقت کے خلق کرنے کا، معنی کے معمولی رخ کے ساتھ اس کے دبائے چھپائے اور قرات کے تفاعل میں قاری کی کارکردگی کا دوسرے لفظوں میں مابعد

گوپی چند نارنگ کی تنقید کے حوالے سے بنیادی سوال یہ ہے کہ جب وہ زبان، ثقافتاور تخلیق کے سہ گانا عناصر کو ایک ساتھ معرض فہم میں لاتے ہیں، تو ان میں کئی قسم کے رشتے کا تصور کرتے ہیں یا تینوں کو یکساں اہمیت دیتے ہیں۔یا تینوں میں درجہ بندی کرتے اور ایک کو اور دیگر کو اس پر منحصر قرار دیتے ہیں۔تینوں کو یکساں اہم سمجھنے کا دعوی کیا جاتا ہے۔مگر انسانی فکر کا اصول یہ ہے کہ ایک سے زائد چیزوں کو جب بھی ایک ساتھ متصور کیا جاتا ہے تو ان میں لازما درجہ بندی قائم ہوتی ہے۔لہذا گوپی چند نارنگ کے یہاں بھی مذکورہ عناصر کے سلسلے میں درجہ بندی نظام عمل میں آیا ہے اور انھوں نے اولیت تخلیق کو دی ہے۔زبان اور ثقافت کو تخلیق پر منحصر ٹھرایا ہے۔یہ درجہ بندی ان کے یہاں اول سے آخر تک رہتی ہے۔جس کا صاف مطلب ہے کہ ان کی تقلید داخلی سطح پر نامیاتی رابطہ کی حاصل ہے۔سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ سے اقتباس دیکھئے۔

" فنکار کے ذہن و شعور کا بنیادی سرچشمہ اکثر و بیشتر اس کی اپنی مذہبی، ثقافتی روایتیں ہی ہوا کرتی ہیں۔لیکن چونکہ فن خود حقیقت کی نئی تخلیق ہے۔فن کار یا شاعر تاریخ کی عظیم روایتوں کی بازیافت بھی کرتا ہے اور ان سے نیا رشتہ بھی جوڑتا ہے۔نیز پرانی سچائیوں کو نئی روشنی میں پیش کرتا ہے۔جس کی اس عہد کو ضرورت ہوتی ہے۔"(۶)۔ گوپی چند نارنگ صاحب نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ مابعد جدید ادب صرف تخلیق و تحریر کا احاطہ نہیں کرتا بلکہ یہ معاشرہ انسان اور اس سے وابستہ مسائل پر غور و فکر کرنے پر آمدہ کرتا ہے، جو صدیوں سے زیر غور رہنے کے باوجود آج بھی حل طلب ہیں۔ایسے مسائل میں عورت پر مسلسل ہونے والے مظالم، قبائل کی زبوں حالی،علاقائی ثقافتی اور ادبی قدریں اور مظلوموں کا استحصال وغیرہ شامل ہیں۔ہم دیکھ چکے ہیں کہ مابعد جدیدیت کے ازکار رفتہ نظریہ سے معنویت کی کثرت کے نام پر مہملیت اور لفظی بازی گری کو فروغ دیا۔وہ آگہی کے ہمنوا ضرور تھے لیکن کورانہ تقلید کے ہرگز نہیں۔اس لئے وہ نظریے کی حصار بندی کے سخت خلاف ہیں اور بار بار کہتے تھے کہ اردو میں مابعد جدیدیت کو اپنی شناخت ان اردو تخلیقات کی روشنی خوف طے کرنا ہوگی جن تخلیقات میں مزاج اور رویے بدلے ہوئے نظر آتے ہیں۔

گوپی چند نارنگ کی تنقید کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے ہر دعوے کا ثبوت اپنی عملی تنقید کے ذریعے پیش کئے ہیں۔انھوں نے نظری اور عملی ہر طرح کی تنقید لکھی ہے ۔ ساختیات اور مابعد جدیدیت کے ضمن انھوں نے نظری مباحث پر تفصیلی اور جامعیت سے لکھا ہے اور کسی نے اگر ان کے ہی مضامین پڑھے ہیں تو اس گمان میں مبتلا ہوسکتے ہیں کہ انھوں نے عملی تنقید پر نظری تنقید کو ترجیح دی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان کا بنیادی سروکار ادب اور اس کا لسانی اور تہذیبی تفاعل ہے۔الجھنے کے بجائے ان کی عملی اور اطلاقی جہات کو اہمیت دیتے ہیں۔

نارنگ صاحب نے دہلی میں اردو اکیڈمی میں ایک سہ روزہ بین الاقوامی سمینار ۱۴۔۱۵ اور ۱۶ مارچ ۱۹۹۷ میں منعقد کیا تھا۔معروف شاعر اور نقاد ڈاکٹر۔حامد کاشمیری نے اس سمینار سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا ہے:

" پروفیسر۔گوپی چند نارنگ کی نگرانی اور رہنمائی میں جو رجحان ساز سمینار منعقد ہوا، اس کی گونج تا دیر دلوں میں باقی رہے گی۔انھوں نے واقعی اپنی غیر معمولی منتظمہ صلاحیت، حسن خطابت اور تنقیدی بصیرت کی دھاک بٹھادی۔۔"(۷)

گوپی چند نارنگ صاحب کا یہ کہنا بھی ہے کہ اردو میں مابعد جدیدیت اس وقت داخل ہوئی جب اردو میں نظریاتی خلاء تھا،جدیدیت کی فکری توانائی دم توڑ چکی تھی۔اس میں ذہن و شعور کو حیرت انگیز کرنے والی تازگی ختم ہوگئی تھی۔مابعد جدیدیت اسی نظریاتی خلا میں داخل ہوئی اور اسے پر کیا،اس روئے سے اختلاف کرنا ممکن نہیں۔کیونکہ اردو میں نظریاتی خلا نہ ہوتا تو مابعد جدیدیت کے مباحث میں اتنی دلچسپی ہوتی،نہ واحد اہم ڈسکورس ہوتا۔اس خلا کو گوپی چند نارنگ زرف بین نگاہ نے دریافت کیا،اور اسے پر کرنے کی مساعی کیں، یہی جہت نارنگ صاحب کی تنقید کی اہم جہت ہے۔

میری ملاقات نارنگ صاحب سے ۲۰۱۲ میں حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی میں ہوئی۔وہ اس وقت حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی میں چیر پروفیسر کے عہدہ پر فائز تھے۔اور میں اس وقت پی۔ایچ۔ڈی ،ریسرچ اسکالر تھی۔میں نے ان سے انٹرویو بھی لیا۔گوپی چند نانگ کی پہلی ملاقات ڈاکٹر۔محی الدین قادری زور سے ہوئی۔ان کا تعلق حیدرآباد سے گہرا تھا۔میں گوپی چند نارنگ صاحب کے کئی نیشنل اور انٹر نیشنل سمیناروں میں شرکت کی اور ان کے کئی لکچرز سنی۔یہ سمینارز اور لکچرز حیدرآباد میں ہوئے۔اردو ساہتیہ اکیڈمی والوں نے حیدرآباد میں لکڑی کا پل کے ہوٹل میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں نارنگ صاحب کی ڈاکومنٹری فلم بھی دکھائی۔میں وہاں موجود تھی۔حال ہی میں ان کو "اقبال سمان" کے اعزاز سے نوازا گیا اور گیان پیٹھ کا" مورتی دیوی ایوارڈ " بھی دیا گیا۔گوپی چند نارنگ کو کئی انعامات و اعزازات سے نوازا گیا۔ پدم بھوشن،پدم سری،ستارہ امتیاز(پاکستان)،میر ایوارڈ، نذر خسرو ایوارڈ،امیر خسرو ایوارڈ، بھارتیہ بھاشا پریشد ایوارڈ۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔ان کی کئی کتابیں (۶۰) سے زیادہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔۱۵ جون ۲۰۲۲ کو ۹۱ سال کی عمر میں نارنگ صاحب اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

گوپی چند نارنگ کا اسلوب مختلف زبانوں سے بھرا ہوا ہے۔ہر زبان کا رنگ ان کے ادب میں ہے چاہے وہ ہندی ہو یا اردو، فارسی ہو یا انگریزی۔ہر زبان میں وہ ماہر لسانیات تھے۔ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ان کی تعریف ان چھوٹے سے الفاظ میں بیان کرتی ہوں:

اردو ادب کے ستار تھے
دکنی ادب کے دلدار تھے
اردو ادب کے گل مہر تھے
علمی سمندر کے انمول گہر تھے

گوپی چند نارنگ کبھی تکبر اور گھمنڈ نہیں کرتے۔اتنے بڑے ادیب ،نقاد، محقق اور ماہر لسانیات ہو کر بھی وہ خود کو یہ کہتے تھے۔

کم آگہی سے اپنی شکایت نہیں مجھے
اتنا تو جانتا ہوں کہ کچھ جانتا نہیں

حواشی:۔

۱ ۔ گوپی چند نارنگ، ص۱۲۰۷، مضمون مشمولا، آپ بیتی نمبر جون ۱۹۶۴۔
۲۔ سہ ماہی کاروان ادب بھوپال، گوپی چند نارنگ نمبر، ۲۰۱۳، ص ۳۳۳۔
۳۔ ایضا۔
۴۔ سہ ماہی کاروان ادب بھوپال، گوپی چند نارنگ نمبر، ۲۰۱۳، ص ۳۴۱۔۳۴۲۔
۵۔ ادب کا بدلتا منظر نامہ، گوپی چند نارنگ ۱۹۹۸ ، ص ۲۷۔
۶۔ سہ ماہی کاروان ادب بھوپال، گوپی چند نارنگ نمبر، ۲۰۱۳، ص ۳۱۸۔
۷۔ سہ ماہی کاروان ادب بھوپال، گوپی چند نارنگ نمبر، ۲۰۱۳، ص ۳۳۳۔

Dr.NazmunnisaNaaz
UrduLecturer,Department Of Urdu,Yogi Vemana
Andhra pradesh,pin 516005.Cell No:9985703574

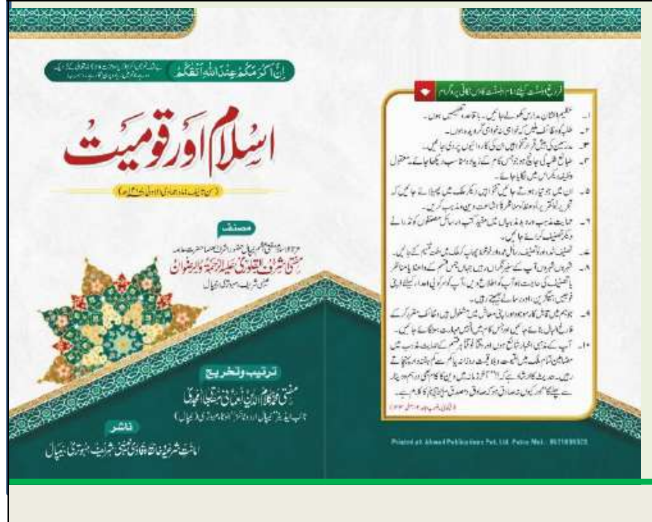

بفضل رب تعالی، بکرم رسول اکرم، بعنایت اولیاء کرام، بفیض حضور اشرف العلما، بدعاء احبا و اقربا، بقلم حضرت مفتی محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی، نائب ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز. بنوٹا مہوتری نیپال.
ذات پرستوں کے خلاف یہ اہم رسالہ "اسلام اور قومیت" "نواں عرس حضور اشرف العلما، مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرہ، قاطع رافضیت و وہابیت، ناشر مسلک اعلی حضرت، مفتی اعظم نیپال، حضور اشرف العلما حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری تیغی مجددی علیہ الرحمۃ والرضوان نینی شریف، مہوتری، نیپال کے حسین موقع سے ۸ مئی ۲۰۲۶ بروز جمعہ منظر عام پہ آرہا ہے ان شاء اللہ العزیز
اسیر حضور قاضی نیپال محمد ارشاد عالم رضوی رقیبی سہرام مہوتری نیپال

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810